

کڑوی روٹی

(مرگ کے موقع پر ہونے والی دعوتوں کا شرعی تجزیہ)



پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ترتیب و
تدوین

پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال، کراچی۔

اسکالرز اکیڈمی

ناشر

کڑوی روٹی

(مرگ کے موقع پر ہونے والی دعوتوں کا شرعی تجزیہ)

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر

اسکالرز اکیڈمی کراچی

پی او بکس 17887 گلشن اقبال، کراچی 75300

بچوں کے لیے

مختصر نصایب

حدیث

تدوین و تالیف

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

اسکالرز اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر 17887، گلشن اقبال، کراچی۔ 75300

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب :

کڑوی روٹی

تالیف :

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

کمپوزنگ :

سید اصغر علی نظامی (طاہر پرنٹ)

سن طباعت :

جولائی ۲۰۰۰ء

ناشر :

اسکالرز اکیڈمی کراچی

قیمت :

25/- روپے

انتساب

عم زادر رسول، ﷺ

آخ زوج بتول رضی اللہ عنہا

مہاجر حبشہ و مدینہ، شہید غزوہ موتہ

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے نام

۷۰ گر قبول افتد زہے عز و شرف

(شاہتاز)

ملنے کے پتے

فضلی سنز اردو بازار، کراچی

فریدی بک سینٹر، اردو بازار کراچی

اقبال بک ہاؤس، صدر کراچی

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

مکتبہ کاروان قمر، دارالعلوم قمر الاسلام

مکتبہ غوثیہ سنز منڈی نزد حبیب بک

سلیمانیہ، پنجاب کالونی کراچی۔

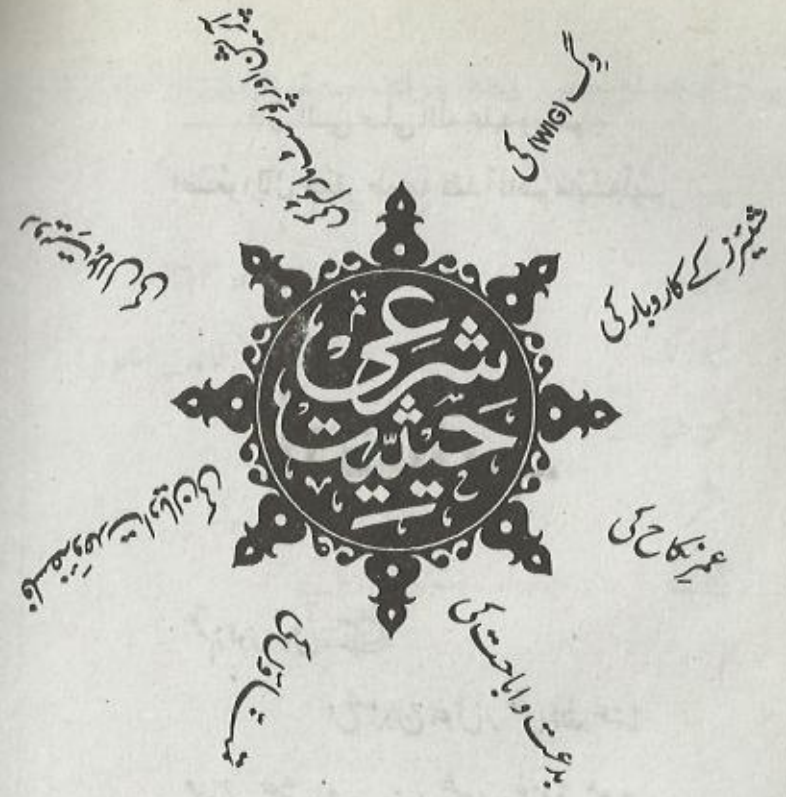
فیضان مدینہ کراچی نمبر ۵

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی

مکتبہ المدینہ اردو بازار، کراچی

فہرست عنوانوں

صفحہ نمبر	عنوانات
۷	کڑوی روٹی کی تعریف و تعارف
۷	کڑوی روٹی اور رسم و رواج
۸	کڑوی روٹی میں بیٹھا
۸	کڑوی روٹی یا شادی کا کھانا
۹	اسلام میں کڑوی روٹی کا تصور
۱۰	کڑوی روٹی کے اخراجات
۱۱	سوئم، دسویں اور چالیسیویں کی دعوت
۱۳	سات جمعراتوں کی دعوت
۱۵	دعوت میت کا ایصالِ ثواب سے تعلق
۱۶	کڑوی روٹی کے بارے میں بریلوی نقطہ نظر
۲۵	غم رسیدہ آدمی کے لیے کھانے کا انتظام کرنا
۳۰	کڑوی روٹی اور دیگر طعام میں ایصالِ ثواب کا پہلو
۳۱	ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
۳۱	ابوالاعلیٰ سید مودودی کا نقطہ نظر
۳۹	ایصالِ ثواب: دیوبندی نقطہ نظر



تدوین و تالیف

ڈاکٹر نور احمد شاہ تہار

آسکا لرننگ ڈی

پوسٹ بکس نمبر ۱۷۸۸، گلشن اقبال، کراچی۔ ۷۵۳۰۰

کڑوی روٹی



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ

ہندوپاک میں کڑوی روٹی اس مخصوص کھانے کا نام ہے جو کسی کے انتقال پر میت کے ورثا یا عزیز واقارب مہمانوں کو پیش کرتے ہیں۔ یہ تو اس کی عرفی حیثیت ہے ورنہ دراصل اس سے مراد وہ کھانا ہے جو مرگ والے گھر میں اڑوس پڑوس والے یا رشتہ دار بھجواتے ہیں تاکہ مرنے والے کے لواحقین جو میت کے سوگ اور غم میں نڈھال ہیں ان کو کھلایا جاسکے۔ مختلف قبائل، خاندانوں اور برادریوں میں اس کھانے کے نام مختلف ہیں مگر مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ عربوں کے ہاں اسے اَلْوَضِیْمَہ کہا جاتا ہے۔ اردو زبان و ثقافت کے ماہرین اور عام طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد سے اس کا مشہور نام ”کڑوی روٹی“ ہی سنا گیا ہے بعض اسے کڑوا کھانا بھی بولتے ہیں۔ بعض ”میت کا کھانا“ کہتے ہیں۔ بروہی زبان میں یہ لنگڑی یا ”اول شام“ کہلاتا ہے۔ پشتو والے اسے دَغْم دَوْدُوئی کہتے ہیں۔ کابل کے لوگوں کے ہاں اسے زہراؤ کہا جاتا ہے۔ سندھ میں اس کے لئے کاندیسی جیسی مانسی کا لفظ ہے جبکہ پنجاب کے بعض علاقوں میں اسے ”کوڑاوتا“ کہا جاتا ہے۔

کڑوی روٹی اور رسم و رواج :

کڑوی روٹی کے سلسلہ میں علاقائی سطح پر بعض عجیب و غریب معاملات کا رواج ہو گیا ہے۔ مثلاً ایک رواج بعض خاندانوں میں یہ ہے کہ یہ روٹی وہ دے گا، یعنی

۴۰	ایصالِ ثواب : غیر مقلد نقطہ نظر
۴۲	ایصالِ ثواب : بریلوی نقطہ نظر
۴۳	ایصالِ ثواب : قدیم فقہاء و اہل علم کا نقطہ نظر
۴۳	ایصالِ ثواب : حنفی نقطہ نظر
۴۵	ایصالِ ثواب : حنبلی نقطہ نظر
۴۵	ایصالِ ثواب : مالکی نقطہ نظر
۴۶	ایصالِ ثواب : حضرت مجدد گولڑوی کا موقف
۵۰	نبی کریم ﷺ کے لیے ایصالِ ثواب
۵۷	ایصالِ ثواب کے بارے میں صوفیاء کا مسلک
۶۱	حضور ﷺ کے وسیلہ سے ایصالِ ثواب کرنا
۶۲	فتاویٰ علماء عصر
۶۷	نتائج و خلاصہ بحث

اس کھانے کا اہتمام وہ کرے گا جس نے اپنی بیٹی مرنے والے کو یا اس کے بیٹوں کو بیاہی ہو۔ اگر دوسرے رشتہ دار اس کا اہتمام نہ کرنا چاہیں تو مرنے والے کے سالے اور سرال والے برامنائے ہیں اور اسے اپنی حق تلفی سمجھتے ہیں۔ ایک گھرانے کا کوئی بھی فرد انتقال کرے اس کے ہاں کڑوی روٹی بھجنے کا حق ان چھوٹے یا خواتین کے والدین اور بھائیوں کا سمجھا جاتا ہے جو اس گھر میں بیاہ کے لائی گئی ہیں۔

کڑوی روٹی میں میٹھا:

بعض علاقوں میں یہ رواج بھی عام ہے کہ مرنے والا اگر ضعیف العمری میں انتقال کرے تو اس کی کڑوی روٹی میں میٹھا بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ روٹیوں میں میٹھا ملایا جاتا ہے بلکہ سالن روٹی یا نمکین چاولوں کے ساتھ ساتھ میٹھے چاولوں یا کسی اور سویٹ ڈش کا اہتمام بھی ہوتا ہے جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ مرنے والا دنیا کی لذتیں چکھ کر اور ارمان پورے کر کے آخرت کو سدھارا ہے۔

کڑوی روٹی یا شادی کا کھانا؟

آج کل جہاں اور بہت سی معاشرتی برائیاں اور ناہمواریاں عام ہیں وہیں ایک تکلیف دہ امر یہ بھی ہے کہ غم اور سوگ کے ایسے مواقع پر کڑوی روٹی کا اہتمام کرنے والے اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ وہ میت والے گھر کھانا بھجوا رہے ہیں اور نہ کھانے والے اس کا لحاظ کرتے ہیں کہ وہ میت والے گھر کے مہمان ہیں، بلکہ ایسے مواقع پر بھی بالخصوص شہری علاقوں میں شادی، بیاہ جیسا کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ اور اس پر اٹھنے والے اخراجات اس لئے اور بھی بڑھ جاتے ہیں کہ کھانے والے صرف میت کے لواحقین نہیں ہوتے بلکہ اہل محلہ اور پوری برادری اس میں شریک ہوتی ہے۔ جیسے ہی میت کو دفن کر والپس لوٹے۔ گرم گرم زردہ پلاؤ، بریانی اور قورمے کی دیگوں کے منہ کھٹنے لگے۔ دسترخوان بچھا دیئے جاتے ہیں اور پنڈال کھانے والوں سے بھر جاتا ہے۔ بعض مواقع پر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ کھانا کھاتے جاتے ہیں اور کھلانے والے کی برائی بھی کرتے باتے

ہیں، ایسے مواقع پر کھانے والوں کے آپس میں جو مکالمے سننے میں آتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔ ”کیا بات ہے یار کوئی بوٹی وٹی نظر نہیں آرہی، لگتا ہے ابا سے ناراضگی چل رہی تھی، خشتوانے کا ارادہ نہیں ہے۔“

”ارے بھائی مرنے والے نے تو ساری زندگی ان کو کھلایا مگر یہ ایسی ناخلف اولاد ہے کہ مرحوم کی ساری دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے چکر میں ہے، اللہ کی راہ میں ان کے ہاتھ سے کچھ نہیں نکلے گا۔“

اور یہ بات تو اب کوئی برائی میں شامل نہیں سمجھی جاتی کہ کھانے والے کھلانے والوں سے بلا تکلف مزید بوٹیاں لانے کی فرمائش کریں۔

اسلام میں کڑوی روٹی کا تصور:

مندرجہ بالا باتیں تو رسم و رواج کے حوالے سے تھیں، اسلام میں کڑوی روٹی کا تصور کیا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ذخیرہ حدیث میں درج ذیل روایت ملتی ہے:

عن عبد الله بن جعفر رضي الله عنه قال لما جاء نعي جعفر قال النبي صلى الله عليه وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد أتاهم ما يشغلهم.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کے والد ماجد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانے وغیرہ کی طرف توجہ نہ کر سکیں گے۔“

یہ حدیث جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

اس حدیث سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ میت کے لواحقین کے

لئے عزیز واقارب یا دوست احباب کھانے کا بندوبست کریں، کیونکہ وہ خود تو غم و پریشانی کی کیفیت سے دوچار ہونے کی وجہ سے اپنے لئے نہ کھانا تیار کر سکیں گے نہ انہیں کھانا کھانے کی ہوش ہوگی۔

بس اتنی سی بات ہے اس کے علاوہ اس میں نہ تو جنازے کے تمام شرکاء کے لئے کہیں کھانا تیار کرنے کا حکم ہے نہ تمام ہمسائے دینے والوں کے لئے کھانا بچھانے کا۔ علاوہ ازیں جس قدر غیر شرعی رسوم ایسے مواقع پر رائج ہو چکی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس مسئلہ پر مزید گفتگو ہم ذرا آگے چل کر کریں گے۔

کڑوی روٹی کے اخراجات :

کڑوی روٹی کی اصل حقیقت تو مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہو چکی کہ یہ صرف میت کے گھر والوں کے لئے بچھا جانے والا کھانا ہے جو انہیں اور ان کے ہاں دور دراز سے آئے ہوئے ایسے رشتہ داروں کو کفایت کرے جن کا اپنے گھروں کو فوری واپس جانا دشوار ہو، اور جو میت کے گھر والوں کے ممان ہوں۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں محض رسم کی خاطر ان تمام لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جو دور سے آئے ہوں یا نزدیک سے، رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار، حتیٰ کہ بعض مقامات پر پوری آبادی، یا بستی کی روٹی وہیں پکتی ہے اور پورا محلہ میت کے گھر سے کھاتا ہے۔ اور اس پر جو اخراجات اٹھتے ہیں وہ یا تو میت کے رشتہ دار پورے کرتے ہیں یا اس کے لواحقین و اہل خانہ، اور آج کل منگائی کے دور میں یہ اخراجات ہزاروں روپے تک جا پہنچتے ہیں۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک تو گھر کا سربراہ انتقال کر گیا اور اہل خانہ کا کوئی کمانے والا (فرض کیجئے) نہیں رہا، بیوی بچوں کو مستقبل میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے وہ سب ان کی نگاہوں میں گھوم رہی ہیں، سربراہ خاندان کے انتقال کا صدمہ بوجہ محبت الگ ہے اور اوپر سے محض رسم و رواج کی خاطر اس ”بڑے کھانے“ کا

اہتمام (اگرچہ قرض لیکر کرنا پڑے) ان کی جان کو ایک اور عذاب کی طرح لاحق ہے۔ سوئم، دسویں اور چالیسویں کی دعوت :

بعض سنی العقیدہ گھرانوں میں یہ رسم نہ جانے کیسے جاری ہو گئی کہ سوئم، دسویں اور چالیسویں کے موقع پر پوری برادری کی ”دعوت“ کی جائے۔ اس میں امیر و غریب سب جمع ہوتے ہیں اور خوب دیکھیں پکتی ہیں۔ اگر کوئی یہ دعوت نہ کرے تو اسے برادری سے طعنہ ملتے ہیں اور لوگ طرح طرح کی باتیں بتاتے ہیں۔ اول اول ممکن ہے کہ ایصال ثواب کی نیت سے ان مواقع پر کھانا پکا کر تقسیم کرنے اور غرباء کو کھلانے کا دستور ہوا ہو، مگر اب تو یہ محض طعنہ زنی سے چنے، رسمی کارروائی بھانے اور خاندان میں ناک اونچی کرنے کی غرض سے محض ایک ریاکاری بن کر رہ گئی ہے جس کا نہ کوئی اجر ہے نہ ثواب۔ کیونکہ جب کھانا پکانے اور کھلانے والے کی نیت ہی اجر و ثواب کی نہیں بلکہ خاندان و برادری کے رواج کے مطابق رسم پوری کرنے کی ہے تو اجر کس بات کا اور ثواب کا ہے؟

مجھے ذاتی طور پر اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ لوگ محض ذات برادری کو راضی کرنے کی خاطر کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ میرے محلہ میں ایک غریب شخص کے والد کا انتقال ہوا۔ میں نے جنازہ سے قبل ہی الگ لے جا کر سمجھا دیا کہ نہ جنازہ کے بعد والی روٹی کا اہتمام کرنا ہے اور نہ سوئم کے کھانے کا، کیونکہ تم ایک غریب آدمی ہو، کہاں سے لاؤ گے؟ اس نے کہا گھر کا اثاثہ بیچ کر تو کر سکتا ہوں، میں نے کہا نہ فرض ہے نہ واجب، بلکہ مسنون بھی نہیں کہ اس موقع پر تم مجبوراً لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور تمہاری جو مالی حالت ہے اس کے پیش نظر اگر اثاثہ بیچ کر ایسا کرو گے تو گناہگار ہو گے چوں کا حق محض رسم و رواج کی خاطر ضائع کیا ہاں ایصال ثواب کی غرض سے حسب توفیق خیرات کرو تو مضائقہ نہیں۔

اس نے میری بات مان لی، سوئم تک کوئی کھانا نہیں پکایا، بلکہ میں نے اس کے

عزیزوں سے کہہ کر (جو بہتر مالی حالت کے مالک تھے) تین دن تک اس کے گھر ان سے کھانا بچوایا۔ مگر ایک ہفتہ بعد اس نے آکر کہا، پرسوں شام ۵ بجے میرے گھر دعاء میں شرکت کیلئے تشریف لائیے گا۔ میں نے اسے معمول کی فاتحہ و دعاء تصور کیا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں اس کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ گلی، شامیانہ قاتیں لگی ہیں ساتھ ستر افراد موجود ہیں۔ کھانے کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے پر زور اصرار اور دباؤ میں آکر دو دو ٹیگس بریانی کی پکائی پڑی ہیں۔

میں نے حافظہ جی کے دعاء و فاتحہ کرانے سے قبل تمام لوگوں کو متوجہ کر کے ایک زوردار خطبہ دیا۔ سب سے پہلے میں نے حاضرین سے دریافت کیا۔ آپ میں سے کون کون سے لوگ اس محلہ سے باہر کے ہیں، پانچ افراد نے ہاتھ بلند کیا، پھر میں نے پوچھا تم میں سے کتنے کراچی سے باہر کے ہیں دو نے ہاتھ بلند کیا۔ پھر میں نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ آپ میں سے غریب ترین شخص کون ہے جس کے گھر کبھی بریانی نہ پکی ہو۔ کوئی نہیں بولا۔ پھر میں نے پوچھا کوئی ایسا ہے جس کے گھر دو وقت کھانا نہ پکے ہو۔ کوئی نہیں بولا۔ پھر میں نے پوچھا کوئی ہے جس کی آمدنی اس صاحب خانہ سے کم ہو۔ سب خاموش رہے۔

پھر میں نے کہا، افسوس ہے تم پر، تم سب لوگ کھاتے پیتے، دولت مند اور بعض متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے، آج ایسے آدمی کے مہمان بنے ہو جو تم سب میں غریب ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اسے مجبور کیا اور یہ شخص قرض لے کر آج وہ ٹیگس پکوانے پر مجبور ہوا ہے جس کا کھانا ان دو مہمانوں کے سوا تم سب کے لئے بلاشبہ حرام ہے۔ کیونکہ اس نے تمہارے مجبور کرنے پر دسویں کی رسم پوری کرنے کی خاطر کھانا پکایا ہے۔ اجر و ثواب کے لئے نہیں۔ اب غیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ کھانا اس کے گھر والے اور اس جیسے محلے کے دیگر غریبوں کے ہاں بچھوایا جائے۔ اس کا خرچ بھی تم ہی لوگ ادا کرو اور تم میں سے ہر شخص کھانا اپنے اپنے گھر جا کر کھائے ابھی

صرف ۶ بجے ہیں رات کے کھانے کا ابھی وقت نہیں ہوا۔ تم بآسانی اپنے گھروں کو پہنچ سکتے ہو۔ اور یاد رکھو آئندہ بھی ایسے مواقع پر کسی غریب کو رسم و رواج میں مت جکڑنا ورنہ عند اللہ جواب دینا ہو گا۔

میں نے اس موقع پر جو گفتگو کی وہ طویل ہے صرف خلاصہ یہاں لکھا ہے، میں تو یہ تقریر کر کے چلا آیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ بفضل اللہ اکثر نے بعد میں میری باتوں کو سراہا۔ ایک دوسرے کو ملامت کی، خرچہ بھی ادا کیا۔ کھانا کھائے بغیر واپس چلے گئے، سوائے دو ایک ڈھیٹ لوگوں کے جنہوں نے صاحب خانہ سے کہا، اتنی باتیں تو نے ہمیں سنوائیں لااب روٹی تو کھلا۔ باقی کھانا محلہ کے غریب غرباء کے ہاں بچھوایا گیا۔

میرے ایک دوست ہیں قریشی صاحب انھوں نے مجھے اپنا واقعہ اس طرح سنایا: ”میرے والد صاحب کا انتقال ہوا تو میرا ارادہ دعوت کرنے کا نہیں تھا، کیونکہ میری ماں، میرے دو بھائی اور میری بہنیں میرے والد کے انتقال کے بعد میری کفالت میں آرہی تھیں کیونکہ میں ہی گھر میں سب سے بڑا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ میرے والد نے جو کچھ ترکہ چھوڑا ہے اگر یہ تیجے، دسویں اور چالیسویں کے کھانوں میں لگ گیا تو یہ ساری پونجی اسی میں ختم ہو جائے گی چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں سادگی کے ساتھ دور سے آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کروں گا اور قرب و جوار کے لوگوں کو کھانا نہیں کھلاؤں گا۔

سوئم سے ایک روز قبل میرے تایا مجھ سے پوچھتے ہیں، کل کا کیا پروگرام ہے میں نے کہا میں نے تو کسی کو دعوت نہیں دی جو آئے گا فاتحہ پڑھ کر چلا جائے گا۔ کہنے لگے اور کھانا؟ میں نے کہا کھانے کا تو میں نے کوئی انتظام نہیں کیا۔ کہنے لگے تو کیا برادری کی روٹی نہیں پکاؤ گے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا کیوں تمہارے باپ نے تمہیں زندگی بھر روٹی نہیں کھلائی، میں نے کہا کھلائی ہے مگر میں دعوت عام کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہا اچھا اول تو تمہیں بے غیرت نہیں بننا چاہئے۔ سب کی روٹی کرنی چاہئے۔

ثواب“ جیسے مسئلہ کو جس طرح بچاؤ گیا ہے اور اس کی اصل روح کو ختم کر کے اس میں جو پیوند کاری کی گئی ہے اور اس سے جو اس کی حیثیت محض رسم کی سی رہ گئی ہے ہم اس کے خلاف ہیں اور اسی کی بجائے کرنا چاہتے ہیں تاکہ دونوں مسئلے عوام پر واضح ہو سکیں اور ان میں جو زائد رسومات شامل کی گئی ہیں ان کا خاتمہ کیا جاسکے۔

”کڑوی روٹی“ اور ”دعوت میت“ کا رواج نیا نہیں، ہاں اس میں شامل ہونے والی رسوم نئی ہیں۔ سنی العقیدہ مسلمانوں میں یہ رسوم کیسے رائج ہو گئیں غالباً متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ بدوؤں کا اختیار کرنے اور طویل عرصہ تک ان کے ساتھ میل جول رکھنے کے نتیجے میں ہندوانہ رسوم کے اثرات سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے بھی اس طرح کی خرافات کو اختیار کر لیا اور ہوتے ہوئے یہ باقاعدہ رسم بن کر ثقافت کا حصہ بن گئیں ورنہ علماء اہل سنت نے تو کبھی ان کی موافقت نہیں کی نہ ان رسوم کو جائز قرار دیا۔ ہاں اصل روح کے ساتھ ایصالِ ثواب سے کسی کو کبھی انکار نہیں رہا اور وہی مسلک اہل سنت ہے۔

کڑوی روٹی اور دعوت میت کے بارے میں بریلوی نقطہ نظر

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارک پور ۱۹۶۷ء) میں مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا ایک فتویٰ شائع ہوا ہے جو مسلک بریلوی کا مذکورہ بالا مسئلہ میں حقیقی ترجمان ہے۔ قارئین کے استفادہ کے لئے اس فتویٰ کا متن پیش خدمت ہے:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اکثر ”ہندو“ ہندو میں رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن، اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں اس مدت اقامت میں

عورات کے کھانے، پینے پان چھالیہ کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں۔ جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یوں نہ ملے تو سودی گھگواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟

بینوا تو جروا۔

جواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ نَبِیَّنَا الرَّحِیْمَ الْغَفُوْرَ ۝ بِالرَّفِیْقِ وَالتَّیْسِیْرِ
وَاعْدَلَ الْاُمُوْرَ ۝ فَسَنَ الدَّعْوَةَ عِنْدَ السَّرُوْرِ دُوْنَ الشُّرُوْرِ ۝
صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَبَارَکْ عَلَیْہِ وَآلِہِ الْکِرَامِ وَ
صَحْبِہِ الصُّدُوْرِ ۝

سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنی مسند اور ابن ماجہ سنن بعد صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ حلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

سَمِعْنَا نَعْدُ الْاَجْتِمَاعَ اِلٰی اَهْلِ الْمِیْتِ وَ صَنَعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ الْبَنَیْحَةِ
ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔

(۱) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں

یکره اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شرع

فی السرور لافى السرور وهى بدعه مستقبحة

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع

نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

(۲) اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظه يكره الضيافة من اهل الميت لانها شرعت في

السرور لا في السرور وهي بدعة مستقبحة

اہل میت کا کھانے کی ضیافت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت خوشی

میں شروع ہے نہ کہ غمی میں، اور یہ بری بدعت ہے۔ (مترجم)

(۳) تا (۸) فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ تاتار خانیہ اور

فتاویٰ ظہیریہ سے خزائنہ المفتیین کتاب الکراہیہ اور تاتار خانیہ سے فتاویٰ ہندیہ

میں بالفاظ متقاربہ ہے۔ واللفظ للسراجیہ

لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ايام في المصيبة زاد في

الخلاصة لان الضیافة تتخذ عند السرور

غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں (خلاصہ میں اتنا زیادہ

ہے) کہ وہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

(۹) فتاویٰ امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحہ میں ہے۔

يكره اتخاذ الضیافة في ايام المصيبة لا نها ايام تاسف فلا

يليق بها ما يكون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں

ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

(۱۰) تبیین الحقائق امام زبلی میں ہے۔

لاباس بالجلوس للمصيبة الى ثلث من غير ارتكاب

محظور من فرش البسط والا طعمه من اهل الميت

مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر

ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش چھانے اور میت کی

طرف سے کھانے۔

(۱۱) امام بزاز می فرماتے ہیں۔

يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد

الاسبوع

یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار

کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

(۱۲) (۱۳) علامہ شامی ”رد المحتار“ میں فرماتے ہیں۔

اطال ذلك في المعراج وقال هذه الافعال كلها للسمعة

الرياء فيتعزز عنها

یعنی معراج الدراہیہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل

کیا اور فرمایا یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے

احتراز کیا جائے۔

(۱۴) (۱۵) جامع الرموز آخر الکراہیہ میں ہے۔

يكره الجلوس للمصيبة ثلثة ايام او اقل في المسجد

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔

ويكره اتخاذ الضیافة في هذه الايام و كذا اكلها كما

في خيرة الفتاوى

اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ

خیرۃ الفتاویٰ میں تصریح کی۔

(۱۶) (۱۷) اور فتاویٰ انقروی اور واقعات المفتیین میں ہے۔

يكره اتخاذ الضیافة ثلثة ايام و اكلها لانها مشروعة

للسرور

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں

م شروع ہوتی ہے۔

(۱۸) کشف العطاء میں ہے۔

ضيافت نمودن اهل ميت تعزيت را و پختن طعام
برائے آنها مکروہ است باتفاق روایات، چہ ايشان
را بسبب اشتغال بہ مصيبت استعداد و تہيہ آن
دشوار است۔

اہل میت کا تعزیت کرنے والوں کے لئے دعوت کرنا اور ان کے
لئے کھانا پکانا مکروہ ہے تمام روایات اس پر متفق ہیں اس لئے کہ
ان لوگوں کو مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے کھانا تیار کرنا دشوار
ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے۔

پس آنچه متعارف شدہ از پختن اهل مصيبت طعام را و
رسوم و قسمت نمودن آن میان اهل تعزيت و اقران
غير مباح و نامشروع است و تصريح کرده ہدا در
خزانہ چہ شرعيت ضيافت نزد سرور است نہ نزد
سرور و هو المشہود عند الجمہور

تو یہ جو رواج پڑ گیا ہے کہ اہل مصیبت سوم کے دن کھانا پکاتے
ہیں اور تعزیت کرنے والوں اور دوستوں میں تقسیم کرتے ہیں یہ
ناجائز اور غیر شرعی ہے اور خزانۃ المفتیین میں اس کی صراحت ہے
کیونکہ یہ اس سبب سے ممنوع ہے کہ دعوت خوشی کے وقت جائز
ہے نہ کہ غمی کے وقت اور یہی وجہ جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔

(مترجم)

ثانیاً

غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور چہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ
ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر مشتمل ہوتا ہے۔ اللہ
عزوجل فرماتا ہے۔

ان الذين ياكلون اموال اليتيم ظلما انما ياكلون في

بطونهم نارا وسيصلون سعيرا (النساء: ۱۰)

بیٹھک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ
میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ
میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر، تصرف خود ناجائز ہے۔

قال تعالى: لا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل (البقرة: ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (کنز الایمان)

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ کو نہ

اس کے وصی کو لان الولاية للنظر لا للضرر علی الخصوص

اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب

العلمین، ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔

بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث

موجود بالغ و راضی ہوں۔

(۱) تا (۴) خانیہ و ہزازیہ تاتار خانیہ و ہندیہ میں ہے۔

ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا كانت الورثة بالغین و

ان کان فی الورثة صغیر لم يتخذوا ذلك من التركة

اگر فقراء کے لئے کھانا تیار کیا تو خوب ہے جبکہ تمام ورثہ بالغ ہوں اور اگر ورثہ میں کوئی چھ ہو تو ترکہ سے کھانا تیار کرائیں۔ (مترجم)

(۵) نیز فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسناً الا ان یکون فی الورثة صغیر فلا یتخذ ذلك من التركة
اگر میت کا ولی فقراء کے لئے کچھ کھانا تیار کرے تو بہتر ہے مگر یہ کہ ورثہ میں کوئی نابالغ ہو تو ترکہ کے مال سے ایسا نہ کرے۔ (مترجم)

ثالثاً

یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے جمع کیلئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

قال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان
اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔
(کنز الایمان)
نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس ناجائز جمع کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف العطاء میں ہے۔

ساختن طعام در روز ثانی و ثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیر کہ اعانت است ایشان را بر گناہ دوسرے اور تیسرے دن اہل میت کیلئے کھانا بنانا جبکہ نوحہ کرنے والوں کا مجمع ہو تو مکروہ ہے اسلئے کہ یہ ان کی گناہ پر مدد کرنا ہے۔ (مترجم)

رابعاً

اکثر لوگوں کو اس رسم شنج کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے کھانا، پان، چھالیہ کہاں سے لائیں اور بار بار ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کی لئے بھی زہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے۔ پھر اس کے باعث جو قیاس پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔

غرض اس رسم کی شاعت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عز و جل مسلمانوں کو توفیق دے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن یہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الباقی

تنبیہ :

اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں، ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں۔ اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں، اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف العطاء میں ہے :

مستحب است خویشان و ہمسایہائے میت راکہ اطعام کنند طعام را برائے اہل و ع کہ سیر کنند ایشان را یک شبانہ روز و الحاج کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت این طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است ۱۵۔ ملخصاً۔

مستحب ہے کہ میت کے قریبی اور پڑوسی لوگ کھانا کھلائیں جو کہ ان کو آسودہ کر دے۔ ایک دن رات اور کوشش کر کے ان کو کھلائیں۔ اور اہل میت کے علاوہ دوسرے کو یہ کھانا مکروہ ہے۔ (مترجم)

عائگیری میں ہے :

حمل الطعام الى صاحب المصيبة والا كل معهم في اليوم الاول جائز لشغلهم بالجهاز وبعده مكروه كذا في التاتارخانية

اہل مصیبت کی طرف کھانا لے جانا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پہلے دن جائز ہے۔ ان کے تجبیز و تکفین میں مشغول ہونے کے سبب اور ان کے بعد مکروہ ہے اسی طرح تاتارخانیہ میں ہے۔ (مترجم)

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۰، مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور)

مسئلہ : میت کے گھر کا کھانا جو اہل میت سوئم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں اور سوئم کے لئے پیتاشوں کا لینا کیسا ہے ؟

الجواب : میت کے گھر کا وہ کھانا تو البتہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا، اور سوئم کے چنے، پیتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کی قصد سے ہوتے ہیں۔ یہ اس حکم میں داخل نہیں نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے۔ یہ اگر مالک نے صرف محتاجوں کو دینے کے لئے منگائے اور یہی اس کی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز۔ اور اگر اس نے عام حاضرین پر تقسیم کے لئے منگائے ہیں تو اگر غنی بھی لے لے گا تو گنہگار نہ ہوگا اور یہاں حکم عرف

و رواج حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لئے نہیں ہوتے تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں۔ اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ ہے اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتویٰ کے بعد اگرچہ مزید کسی سند کی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم دیگر حضرات بھی جو اس افراط و تفریط کا شکار ہیں مگر بنائے اختلاف اعلیٰ حضرت کا فتویٰ جن کے لئے قابل قبول نہ ہو ان کے لئے مفتی نظام الدین شامزئی دیوبندی کی ایک تحریر پیش خدمت ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

غم رسیدہ آدمی کے لئے کھانے کا انتظام کرنا:

تعزیت کے مسائل کے ضمن میں ایک اہم مسئلہ جو پڑوسیوں کے حقوق سے بھی تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پڑوس میں کسی کا انتقال ہو جائے تو مصیبت زدہ یعنی غم رسیدہ شخص اور اس کے اہل و عیال کے لئے کھانے کا انتظام کرنا مستحب ہے اور احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

علامہ محمد خطاب سبکی اپنی کتاب الدین الخالص جلد ۸ میں لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لئے ان کے رشتہ دار اور پڑوسی کھانے کا انتظام کریں۔ اس لئے کہ وہ غم و مصیبت کی وجہ سے اپنے لئے کھانے کا انتظام نہیں کر سکتے۔ نیز یہ کہ تجبیز و تکفین میں مشغولیت بھی ان کے لئے کھانے کا از خود انتظام نیکی اور احسان سمجھا جائے گا اور اس میں ان کے لئے ایک گونہ تسلی بھی ہے اسی بناء پر یہ عمل باعث ثواب ہے اس کے متعلق متعدد احادیث نبی ﷺ سے منقول ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب میرے والد حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ تم جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ بے شک ان پر غم آیا ہے جس نے ان کو مشغول کر رکھا ہے۔ (اخرچہ احمد)

حضرت عروۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق نقل کیا ہے کہ ان کے خاندان میں جب کسی کا انتقال ہوتا اور عورتیں وغیرہ جمع ہو جاتیں تو جب دوسری عورتیں چلی جاتیں اور صرف گھر کی عورتیں باقی رہ جاتیں تو ایک کھانا پکواتیں جس کو تنہیہ کہتے ہیں، پھر روٹی کو ٹرید بنا کر تنہیہ اس کے اوپر ڈال دیا جاتا پھر فرماتیں کہ یہ کھاؤ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ تنہیہ مریض کے دل کے لئے باعث تقویت ہے اور حزن و غم کو ختم کر دیتی ہے۔ (اخر جہ احمد والستین)

یہ کھانا جو اہل میت کے لئے پکایا جاتا ہے صرف دو وقت کے لئے ہے یعنی صبح و شام کے لئے اس لئے کہ عام طور پر غم و حزن کی وجہ سے آدمی ایک دن تک کھانے کے انتظام سے قاصر و مشغول رہتا ہے اس کے بعد پھر خود کھانے پینے کا انتظام کر لیتا ہے۔ مسنون و مستحب یہ ہے کہ کھانا پکا کر پھر اصرار کر کے ان کو کھلایا جائے کیونکہ غم و حزن یا حیاء کی وجہ سے (کہ لوگ طعنہ نہ دیں کہ ان کو غم ہی نہیں کہ کھانا شروع کر دیا) وہ نہیں کھاتے، اگر میت کے گھر میں ناجائز امور ہو رہے ہوں مثلاً نوحہ اور عورتیں جمع ہوں تو اس قسم کی عورتوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ پر مدد کرنا ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

البتہ یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اہل میت کی طرف سے تین دن تک کھانا پکا کر لوگوں کو جمع کرنا اور کھانا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر تعزیت کے لئے کچھ لوگ دور سے آئے ہوں اور ان کے کھانے کا انتظام دوسری جگہ نہ ہو سکتا ہو تو ان کے لئے اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا جائز ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی سے منقول ہے کہ ہم یعنی صحابہ کرام اہل میت کے اجتماع اور کھانے پکانے کو اس نیاحت میں سے سمجھتے تھے جو حرام ہے چاہے کھانا اہل میت کی طرف سے دفن میت سے پہلے ہو یا بعد میں۔ (اخر جہ احمد وابن ماجہ بسند صحیح)

صحابہ رسول کا یہ ارشاد کہ ہم اس کھانے کو نیاحت یعنی ماتم کے حکم میں شامل

سمجھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے کھانے کے ناجائز ہونے پر صحابہ کرام کا اجتماع تھا یعنی کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں تھا اور حکم کے لحاظ سے یہ حدیث مرفوع ہے یعنی گویا کہ یہ حکم نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

حدیث کا واضح مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام میت کے دفن کرنے کے بعد دوبارہ میت کے گھر آکر جمع ہونے اور وہاں کھانا پکانے کو غیر شرعی اور ناجائز بلکہ ماتم کے حکم میں سمجھتے تھے یعنی اس عمل کو بھی ناجائز جانتے تھے اس لئے کہ اس طرح اہل میت پر ایک اضافی اور غیر شرعی بوجھ ڈالنا ہے۔ جبکہ وہ غم و حزن میں مشغول ہیں اسی طرح یہ عمل سنت کے خلاف ہے اس لئے کہ ازروئے حدیث اس موقع پر سنت یہ ہے کہ پڑوسی اور رشتہ دار اپنے گھروں میں کھانا پکا کر ان کو کھلائیں نہ یہ کہ ان سے کھائیں اس طرح اصل حکم بدل جاتا ہے۔

تین دن تک اہل میت کے گھر میں اس طرح کھانا پکانا کہ دوسروں کو بھی دعوت دی جائے اور دوسروں کو کھلایا جائے اس کے ناجائز ہونے پر چاروں مذاہب کے علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔

اسی مضمون میں آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ اس قسم کی دعوتیں عام طور پر دکھلاوے اور شہرت کے لئے پکائی جاتی ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ خصوصاً جب کہ ایصال ثواب وغیرہ کی دعوت مال میراث اور مشترکہ مال سے کی جائے تو اس صورت میں اگر ورثہ میں کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا دعوت اور کسی ناجائز کام پر مشتمل ہو تو پھر اس قسم کی دعوت بالاتفاق حرام ہے۔ ایصال ثواب کے لئے کھانا پکا کر فقراء کو کھلانے کا جواز فقط اس صورت میں ہے۔ جب ناجائز امور میں سے کوئی امر موجود نہ ہو۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ اگر میت کے وارثوں میں کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا

دعوت میں کوئی ناجائز امر موجود ہو جیسے زیادہ چراغ جلائے گئے ہوں یعنی چراغاں کیا گیا ہو یا اس میں دھول پیٹنے اور گانے وغیرہ گائے جاتے ہوں، عورتیں اور بے ریش لڑکے وغیرہ جمع ہوتے ہیں یا ذکر و تلاوت پر اجرت لی جاتی ہو تو ان سب صورتوں میں اس قسم کی دعوت و مجلس کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اس قسم کے امور از خود انجام دینا بھی ناجائز ہیں اور اس پر میت کی طرف سے وصیت کرنا بھی باطل ہے (یعنی اس قسم کی وصیت پر عمل کرنا جائز نہیں)۔

علماء مالکیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل میت کے ہاں کھانے پر اجتماع مکروہ اور بدعت ہے یہ کراہت بھی اس صورت میں ہے جب درثناء میں نابالغ نہ ہو اگر درثناء میں کوئی نابالغ بھی ہو اور دعوت مال میراث سے ہو تو پھر حرام ہے۔ موجودہ دور میں بعض علاقوں میں اس قسم کی مجالس میں چراغاں کیا جاتا ہے اور میت کے گھر میں اس مجلس میں قبوے اور چائے کا دور چلتا ہے، لوگ ناجائز باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، مال اور وقت ضائع کرتے ہیں اور فخر و مباہات کے لئے اس قسم کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ جس کو منی میں دفن کر چکے ہوتے ہیں نہ اس کا خیال ہوتا ہے اور نہ اپنی موت کی فکر، نہ قبر کی نعمتوں اور عذاب کا خیال ہوتا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان لوگوں کو اس بات کی اطلاع دی گئی ہے کہ آئندہ کوئی شخص بھی نہیں مرے گا۔ غرض یہ پورے طور پر خوشی کی مجلس ہوتی ہے۔ خواہشات نفسانی نے لوگوں کو اندھا اور بہرا بنادیا ہے اگر ان سے ان کے اس عمل کی شرعی حیثیت کے متعلق دلیل طلب کی جائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو ایک عادت چلی آرہی ہے اور لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور اس عمل کو لوگ محمود اور اچھا جانتے ہیں اس لیے ہم یہ کام کرتے ہیں اب ہر عاقل اور سمجھدار آدمی اگر اس پر غور کرے تو واضح ہوگا کہ اس میں کوئی خیر نہیں، بلکہ برائی ہی برائی اور شر ہی شر ہے اور دنیا و آخرت کا زیاں اور خسارہ ہے نہ اس عمل کا کوئی دنیاوی فائدہ ہے اور نہ ہی اخروی۔

لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان سب امور اور احکام شرع کا لحاظ رکھے اور ہر

جائز و ناجائز کام کا اس کو علم ہو تا کہ کہیں خود بھی احکام شرعیہ کی مخالفت نہ کر بیٹھے اور دوسروں کو بھی صحیح بات بتا سکے۔ اس قسم کی مجالس اگر رشتہ داروں یا پڑوس میں ہوں تو نہ اس میں شرکت کرے اور نہ کسی قسم کا تعاون کرے کیونکہ پھر وہ خود بھی اس گناہ میں شرعاً شریک سمجھا جائے گا البتہ اس کا خیال رکھے کہ شرعاً ایسے موقعوں پر رشتہ دار یا پڑوسی ہونے کی حیثیت سے اس کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ احسن طریقے سے پوری کرے۔

اس سلسلے میں امام شافعی کی ان نصائح کو مد نظر رکھنا چاہیے جو انہوں نے مشہور محدث حضرت عبدالرحمن بن مہدی کے بیٹے کے انتقال پر ان کو خط میں لکھی تھیں۔ فرمایا کہ:

اے بھائی اپنے آپ کو بھی اس طرح ان الفاظ سے تسلی دو جن الفاظ سے اور جس طرح تم دوسروں کو ایسے موقعوں پر تسلی دیتے ہو اور اپنے لئے بھی ان اقوال و افعال کو قبیح جانو جو ایسے موقعوں پر تم دوسروں کے لئے قبیح اور برا جانتے ہو۔ یہ جان لو کہ سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ آدمی سرور و خوشی اور اجر و ثواب دونوں سے محروم ہو جائے اور اگر ان دونوں کے ساتھ گناہ بھی کمالے تو یہ کتنا بڑا خسارہ ہے کہ اس خوشی اور اجر سے بھی محروم ہو اور گناہ کا بھی ارتکاب کر لیا۔ پس اے بھائی جب ثواب تیرے قریب آجائے یعنی جب ثواب حاصل کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ آجائے تو اس میں سے اپنا حصہ جلدی سے حاصل کر لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ثواب کا موقعہ ہاتھ سے نکل جائے اور دور ہو جائے اور پھر باوجود خواہش کے تم اس کو حاصل نہ کر سکو، اللہ تعالیٰ تجھے مصائب کے وقت صبر کرنے کی توفیق دے اور ہم سب

کے لئے مصیبتوں پر صبر کرنے کا اجر محفوظ رکھے۔ آمین۔

پھر ان کو خط میں یہ اشعار لکھے:

انی معزیک لا انی علی ثقة

من الخلود ولكن سنة الدين

فما المعزی بباقي بعد میتہ

ولا المعزی وان عاشا الی حین

ترجمہ: میں تم سے تعزیت کرتا ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ مجھے خود ہمیشہ زندہ رہنے کا گمان و اعتماد ہے البتہ یہ دین کا حکم اور طریقہ ہے، نہ وہ ہمیشہ باقی اور زندہ رہے گا جس سے اس کی میت پر تعزیت کی جارہی ہے اور نہ تعزیت کرنے والا ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے اور آپ کو اتباع دین کی محبت اور جذبے سے نوازے اور ہم دونوں کو بدعت کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین
(اختصار مضمون مفتی نظام الدین شامزئی، ماہنامہ بینات کراچی شمارہ محرم ۱۴۱۲ھ)

”کڑوی روٹی“ اور دیگر طعام میں ایصالِ ثواب کا پہلو:

کڑوی روٹی کے بارے میں ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ تو عزیز و اقارب یا اہل محلہ کی جانب سے میت کے لواحقین کی امداد اور ان سے حسن سلوک ہے۔ اس کا ثواب کھانا بھجنے والوں کو حسن سلوک اور حسن نیت کی بناء پر اللہ کے فضل سے ملتا ہے۔ اب وہ اس ثواب کو میت کی روح کو ایصال کریں یا اپنے نامہ اعمال میں خود اپنی بخشش کے لئے ذخیرہ کریں۔ اگرچہ ایصال کے باوجود ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا اور ایصال کے ایثار پر انھیں اللہ سے مزید رحمتیں عطا ہوں گی۔ تاہم یہ انکا اپنا معاملہ ہے۔ اب رہا سوال ایصالِ ثواب کی نیت سے کھانا پکانے اور کھلانے کا تو اسے سمجھنے

کیلئے پہلے ”ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت“ کو دیکھنا ہوگا جس پر اس مسئلہ کا دارومدار ہے۔

ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت:

ایصالِ ثواب کی مسلمہ شرعی حیثیت کے خلاف بسا اوقات وہی لوگ زہریلا پروپیگنڈہ کرنے لگتے ہیں جن کے بڑے، خود اسے جائز ثابت کر چکے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم مختلف مکاتب فکر کے عصر حاضر کے بعض اکابر کا ایصالِ ثواب کے بارے میں نقطہ نظر خود انہی کی تالیفات سے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ابو الاعلیٰ سید مودودی کا نقطہ نظر:

تفہیم القرآن جلد پنجم، سورہ النجم کی آیات کی تشریح میں ”وان لیس للانسان الا ما سعی“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس ارشاد سے بھی تین اہم اصول نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی پائے گا اپنے عمل کا ہی پھل پائے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرا نہیں پاسکتا، الا یہ کہ اس عمل میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص سعی عمل کے بغیر کچھ نہیں پاسکتا۔

ان تین اصولوں کو بعض لوگ دنیا کے معاشی معاملات پر غلط طریقے سے منطبق کر کے ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی محنت کی کمائی (Earned Income) کے سوا کسی چیز کا جائز مالک نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات قرآن مجید ہی کے دیئے ہوئے متعدد قوانین اور احکام سے ٹکراتی ہے۔ مثلاً قانون وراثت، جس کی رو سے ایک شخص کے ترکے میں سے بہت سے افراد حصہ پاتے ہیں اور اس کے جائز وارث قرار پاتے ہیں در انحالیکہ یہ میراث ان کی اپنی محنت کی کمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک شیر خوار بچے کے متعلق تو کسی کھینچ تان سے بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں اس کی محنت کا بھی کوئی حصہ تھا۔ اسی طرح احکام زکوٰۃ و صدقات، جن کی رو سے ایک آدمی کا مال دوسروں کو محض ان کے شرعی و اخلاقی استحقاق کی بنا پر ملتا ہے

اور اس کے جائز مالک ہوتے ہیں، حالانکہ اس مال کے پیدا کرنے میں ان کی محنت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کی کسی ایک آیت کو لے کر اس سے ایسے نتائج نکالنا جو خود قرآن ہی کی دوسری تعلیمات سے متصادم ہوتے ہوں، قرآن کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

بعض دوسرے لوگ ان اصولوں کو آخرت سے متعلق مان کر یہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ آیا ان اصولوں کی رو سے ایک شخص کا عمل دوسرے شخص کے لئے کسی صورت میں بھی نافع ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایک شخص اگر دوسرے شخص کے لئے یا اس کے بدلے کوئی عمل کرے تو وہ اس کی طرف سے قبول کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے عمل کے اجر کو دوسرے کی طرف منتقل کر سکے؟ ان سوالات کا جواب اگر نفی میں ہو تو ایصالِ ثواب اور حج بدل وغیرہ سب ناجائز ہو جاتے ہیں، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار بھی بے معنی ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ دعا بھی اس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جائے۔ مگر یہ انتہائی نقطہ نظر معتزلہ کے سوا اہل اسلام میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا ہے۔ صرف وہ اس آیت کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ایک شخص کی سعی دوسرے کے لئے کسی حال میں بھی نافع نہیں ہو سکتی۔ خلاف اس کے اہل سنت ایک شخص کے لئے دوسرے کی دعا کے نافع ہونے کو تو بالاتفاق مانتے ہیں، کیونکہ وہ قرآن سے ثابت ہے، البتہ ایصالِ ثواب اور نیابت دوسرے کی طرف سے کسی نیک کام کے نافع ہونے میں ان کے درمیان اصولاً نہیں بلکہ صرف تفصیلات میں اختلاف ہے۔

(۱) ایصالِ ثواب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی نیک عمل کر کے اللہ سے دعا کرے کہ اس کا اجر و ثواب کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیا جائے۔ اس مسئلے میں امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات، مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا، البتہ مالی عبادات، مثلاً صدقہ یا مالی و بدنی

مرکب عبادات، مثلاً حج کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ ایک شخص کا عمل دوسرے کے لئے نافع نہ ہو، مگر چونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے صدقہ کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے اور حج بدل بھی کیا جاسکتا ہے، اس لئے ہم اسی نوعیت کی عبادات تک ایصالِ ثواب کی صحت تسلیم کرتے ہیں، خلاف اس کے حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ انسان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بہہ کر سکتا ہے خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا صدقہ یا حج وغیرہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے جائے فلاں شخص کو دے دی جائے، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کر سکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔ اس میں بعض اقسام کی نیکیوں کو مستثنیٰ کرنے اور بعض دوسری اقسام کی نیکیوں تک اسے محدود رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ یہی بات بھرت احادیث سے بھی ثابت ہے:

بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی، (فی الاوسط) متدرک اور ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو رافع، حضرت ابو طلحہ انصاری اور حذیفہ بن اسید الغفاری کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے لے کر ایک اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کیا اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔

مسلم، بخاری، مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں انکی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کیلئے اجر ہے؟ فرمایا ہاں۔

مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سوانٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا

ہشام بن العاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں کیا کروں حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کر لیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو، وہ ان کے لئے نافع ہوگا۔

مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت حسن بصری کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات بھی حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لئے نافع بتایا ہے۔

دارقطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا ہوں، ان کے مرنے کے بعد کیسے کروں؟ فرمایا ”یہ بھی ان کی خدمت ہی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی روزے رکھے۔“ ایک دوسری روایت دارقطنی میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کا قبرستان پر گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد پڑھے اس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا ہی اجر عطا کر دیا جائے گا۔

یہ کثیر روایات جو ایک دوسری کی تائید کر رہی ہیں، اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ ایصالِ ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا ایصال ہو سکتا ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کی تخصیص نہیں ہے۔ مگر اس سلسلے میں دو باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔

ایک یہ کہ ایصال اسی عمل کے ثواب کا ہو سکتا ہے جو خالصتاً اللہ کے لئے اور قواعد شریعت کے مطابق کیا گیا ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ غیر اللہ کے لئے یا شریعت کے خلاف جو عمل کیا جائے اس پر خود عمل کرنے والے ہی کو کسی قسم کا ثواب نہیں مل سکتا، کچا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں صالحین کی حیثیت سے مہمان ہیں ان کو تو ثواب کا ہدیہ یقیناً پہنچے گا مگر جو ہاں مجرم کی حیثیت سے حوالات میں بند ہیں انھیں کوئی ثواب پہنچنا متوقع نہیں ہے۔ اللہ کے مہمانوں کو ہدیہ تو پہنچ سکتا ہے، مگر امید نہیں کہ اللہ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔ اس کے لئے اگر کوئی شخص کسی غلط فہمی کی بنا پر ایصالِ ثواب کرے گا تو اس کا ثواب ضائع نہ ہو گا بلکہ مجرم کو پہنچنے کے جائے اصل عامل ہی کی طرف پلٹ آئے گا۔ جیسے منی آرڈر اگر مرسل الیہ کو نہ پہنچے تو مرسل کو واپس مل جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایصالِ ثواب تو ممکن ہے مگر ایصالِ عذاب ممکن نہیں ہے۔ یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ آدمی نیکی کر کے کسی دوسرے کے لئے اجر بخش دے اور وہ اس کو پہنچ جائے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی گناہ کر کے اس کا عذاب کسی کو بخشے اور وہ اسے پہنچ جائے۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ نیک عمل کے دو فائدے ہیں۔ ایک اس کے وہ نتائج جو عمل کرنے والے کی اپنی روح اور اس کے اخلاق پر مترتب ہوتے ہیں اور جن کی بنا پر وہ اللہ کے ہاں بھی جزا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا وہ اجر جو اللہ تعالیٰ بطور انعام اسے دیتا ہے۔ ایصالِ ثواب کا تعلق پہلی چیز سے نہیں ہے بلکہ صرف دوسری چیز سے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص ورزش کر کے کشتی کے فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے جو طاقت اور مہارت اس میں پیدا ہوتی ہے وہ بہر حال اس کی ذات ہی کے لئے مخصوص ہے۔ دوسرے کی طرف وہ منتقل نہیں

ہو سکتی۔ اسی طرح اگر وہ کسی دربار کا ملازم ہے اور پہلوان کی حیثیت سے اس کے لئے ایک تنخواہ مقرر ہے تو وہ بھی اسی کو ملے گی، کسی اور کو نہ دے دی جائے گی۔ البتہ جو انعامات اس کی کارکردگی پر خوش ہو کر اس کا سر پرست اسے دے اس کے حق میں وہ درخواست کر سکتا ہے کہ وہ اس کے استاد یا ماں باپ یا دوسرے محسنوں کو اس کی طرف سے دے دیئے جائیں۔ ایسا ہی معاملہ اعمالِ حسنہ کا ہے کہ ان کے روحانی فوائد قابل انتقال نہیں ہیں۔ اور ان کی جزا بھی کسی کو منتقل نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کے اجر و ثواب کے متعلق وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتا ہے کہ وہ اس کے کسی عزیز قریب یا اس کے کسی محسن کو عطا کر دیا جائے۔ اسی لئے اس کو ایصالِ جزا نہیں بلکہ ایصالِ ثواب کہا جاتا ہے۔

(۲) ایک شخص کی سعی کے کسی اور شخص کے لئے نافع ہونے کی دوسری شکل یہ ہے کہ آدمی یا تو دوسرے کی خواہش اور ایماء کی بناء پر اس کے لئے کوئی نیک عمل کرے، یا اس کی خواہش اور ایماء کے بغیر اس کی طرف سے کوئی ایسا عمل کرے جو دراصل واجب تو اس کے ذمہ تھا مگر وہ خود اسے ادا نہ کر سکا۔ اس کے بارے میں فقہاء ضعیفہ کہتے ہیں کہ عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک خالص بدنی، جیسے نماز، دوسری خالص مالی، جیسے زکوٰۃ اور تیسری مالی و بدنی مرکب، جیسے حج، ان میں سے پہلی قسم میں نیامت نہیں چل سکتی، مثلاً ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص نیابتاً نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسری قسم میں نیامت ہو سکتی ہے، مثلاً بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر دے سکتا ہے۔ تیسری قسم میں نیامت صرف اس حالت میں ہو سکتی ہے جبکہ اصل شخص، جس کی طرف سے کوئی فعل کیا جا رہا ہو، اپنا فریضہ خود ادا کرنے سے عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر عاجز ہو، مثلاً حج بدل ایسے شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے جو خود حج کے لئے جانے پر قادر نہ ہو اور نہ یہ امید ہو کہ وہ کبھی اس کے قابل ہو سکے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ البتہ امام مالک حج بدل کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر باپ نے وصیت کی ہو کہ اس کا بیٹا اس کے بعد اس کی طرف سے حج کرے تو وہ حج بدل

کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر احادیث اس معاملہ میں بالکل صاف ہیں کہ باپ کا ایمان یا وصیت ہو یا نہ ہو، بیٹا اس کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضہ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے، اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا فحجی عنہ، ”تو اس کی طرف سے حج کر لے“ (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی)۔ قریب قریب اسی مضمون کی روایت حضرت علیؓ نے بھی بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر قبیلہ خثعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے بھی اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا تو اس کا سب سے بڑا لڑکا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا ارایت لو کان علی ابیک دین فقصیته عنہ اکان یعجزی ذلک عنہ؟ تیرا کیا خیال ہے، اگر تیرے باپ پر قرض ہو اور تو اس کو ادا کر دے تو وہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا فاحجج عنہ ”بس اسی طرح تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے۔“ (احمد، نسائی)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ ہبہہ کی ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گئی، اب کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ”تیری ماں پر اگر قرض ہو تا تو کیا تو اس کو ادا نہ کر سکتی تھی؟ اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو، اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں۔“ (بخاری، نسائی)۔ بخاری اور مسند احمد میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرد نے آکر اپنی بہن کے بارے میں وہی سوال کیا جو اوپر مذکور ہوا ہے اور حضور ﷺ نے اس کو بھی یہی جواب دیا۔

ان روایات سے مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیامت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

رہیں خالص بدنی عبادات تو بعض احادیث ایسی ہیں جن سے اس نوعیت کی عبادات میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ابن عباسؓ کی یہ روایت کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا ”میری ماں نے روزے کی نذرمانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مر گئی، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اس کی طرف سے روزہ رکھ لے۔“ (بخاری، مسلم، احمد، نسائی، ابوداؤد) اور حضرت بریدہؓ کی یہ روایت کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ اس کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے، کیا میں یہ روزے ادا کروں؟ آپ ﷺ نے اس کو بھی اس کی اجازت دے دی۔ (مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد) اور حضرت عائشہؓ کی روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا من مات و علیہ صیام صام عنہ ولیہ ”جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی وہ روزے رکھ لے۔“ (بخاری، مسلم، احمد، بزار کی روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ فلیصم عنہ ولیہ ان شاء یعنی اس کا ولی اگر چاہے تو اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لے)۔ انہی احادیث کی بنا پر اصحاب الحدیث اور امام اوزاعی اور ظاہریہ اس کے قائل ہیں کہ بدنی عبادات میں بھی نیابت جائز ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی اور امام زید بن علی کا فتویٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا اور امام احمد، امام لیث اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ صرف اس صورت میں ایسا کیا جاسکتا ہے جبکہ مرنے والے نے اس کی نذرمانی ہو اور وہ اسے پورا نہ کر سکا ہو۔ ماعین کا استدلال یہ ہے کہ جن احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے ان کے راویوں نے خود اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ ابن عباس کا فتویٰ نسائی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ لا یصل احد عن احد ولا یصم احد عن احد کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور حضرت عائشہؓ کا فتویٰ عبدالرزاق کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لاتصوموا عن موتاكم واطعموا عنهم، ”اپنے

مردوں کی طرف سے روزہ نہ رکھو، بلکہ کھانا کھلاؤ۔“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی عبدالرزاق نے یہی بات نقل کی ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بدنی عبادات میں نیابت کی اجازت تھی، مگر آخری حکم یہی قرار پایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ احادیث نقل کی ہیں وہ خود انکے خلاف فتویٰ دیتے۔ (تفہیم القرآن)

۲۔ ایصال ثواب: دیوبندی نقطہ نظر:

جناب مفتی محمد شفیع صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدہ پر فائز رہے ہیں، ایصال ثواب کے بارے میں تفسیر معارف القرآن میں ”وان لیس للانسان الا ما سعی“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ”ایصال ثواب کا مسئلہ“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے فرائض، ایمان، نماز و روزہ کو ادا کر کے دوسرے کو سبکدوش نہیں کر سکتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص کے نقلی عمل کا کوئی فائدہ اور ثواب دوسرے شخص کو نہ پہنچ سکے۔ ایک شخص کی دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوص شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اس مسئلہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب کسی دوسرے کو عطا اور پہنچایا جاسکتا ہے یا نہیں، امام شافعی اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت مذکورہ کا مفہوم عام لے کر اس سے استدلال فرماتے ہیں۔ جمہور ائمہ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جس طرح دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جاسکتا ہے اسی طرح تلاوت قرآن اور ہر نقلی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو عطا جاسکتا ہے اور وہ اس کو ملے گا۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ احادیث کثیرہ اس پر مشابہ ہیں کہ مومن کو دوسرے شخص کی طرف سے عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے۔ (معارف القرآن، جلد ہشتم سورۃ النجم زیر آیت ۳۹)

۳۔ ایصال ثواب اور غیر مقلد (وہابی) نقطہ نظر:

غیر مقلد وہابیہ یا اہل حدیث حضرات بھی ایصال ثواب کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر ان کے ایک جید عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی زبانی سنئے۔ تفسیر فتح البیان میں مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیمہ رحمہ اللہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجہ سے باطل ہے۔

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ میدان محشر میں پہلے حساب کے لئے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کے لئے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہو گا۔

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔

۵۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہو گا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا۔

۶۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۷۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا: وکان ابوہما صالحا۔ ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔

۸۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے

کئے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔

۹۔ نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے دلی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے۔

۱۰۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہو حج اور نذر مانا ہو روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ گیارہویں وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی کہ ابو قتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہوا۔

۱۲۔ بارہویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے۔

۱۳۔ تیرہویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کر دیں تو وہ بری ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ پندرہویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔

۱۶۔ سولہویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص حشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے حشا گیا۔

۱۷۔ سترہویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کے لئے استغفار کرنا عمل غیر کا نفع ہے۔

۱۸۔ اٹھارھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم ”جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہیں ہوگا۔

۱۹۔ اور فرمایا لولا رجال مومنون و نساء مومنات اور فرمایا: لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔ ”اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بروں سے عذاب نہ نالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے“ اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۲۰۔ پیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔

۲۱۔ اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو ہو جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتاب، سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان جلد ۹ صفحہ ۱۴۴-۱۴۳)

بریلوی نقطہ نظر:

دارالعلوم امجدیہ کراچی کے مفتی وقار الدین صاحب قادری رضوی ایک

استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق ایصال ثواب جائز ہے۔ جس دن چاہیں کریں، دس یا بیس دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ لوگوں نے اپنی سہولت کے لئے سوئم، پیسویں اور چالیسویں کے لئے دن اس لئے مقرر کئے کہ بلائے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لوگ خود ہی ان دنوں میں قرآن خوانی اور فاتحہ میں شریک ہو جائیں گے۔“ (وقار الفتاویٰ جلد اول، صفحہ ۱۹۳، مطبوعہ کراچی)

حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی لکھتے ہیں:

”مخالفین عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کے تو ہم بھی قائل ہیں، مگر یہ جو تم نے سوئم، چہلم اور جمعراتیں وغیرہ مقرر کر رکھے ہیں یہ ناجائز ہیں۔“

پھر اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک دن مقرر کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دن مقرر کئے بغیر دوسرے دنوں میں ایصال ثواب نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب اور فاتحہ خوانی جس دن بھی کر لی جائے جائز و روا ہے۔ البتہ دن اس لئے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ لوگوں کو یاد رہے اور جمع ہونے میں سہولت ہو جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، رہا تعین تاریخ تو یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہوا اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔“

(حوالہ فیصلہ ہفت مسئلہ)

ایصال ثواب کے بارے میں قدیم فقہاء و اہل علم کا موقف:

(۱) حنفی نقطہ نظر:

علامہ بدر الدین عینی حنفی (م ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے یہ کہا کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے،

۱۔ (حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی، کیا میت کا کھانا جائز ہے؟ صفحہ ۳۲، مطبوعہ کھار اور کراچی)

کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

- ۱۔ امام ابو بکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرے اور اس نے گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد (یعنی سورہ اخلاص) کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔
- ۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور اس نے سورہ یسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

- ۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یسین کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔
- ۴۔ امام ابو حفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا:

الحمد لله رب العلمين رب السموات و رب الارض العلين وله الكبريا في السموات و الارض وهو العزيز الحكيم لله رب السموات و رب الارض رب العلمين وله العظمة في السموات والارض وهو العزيز الحكيم هو الملك رب السموات و رب الارض و رب العلمين وله النور في السموات و الارض وهو العزيز الحكيم.

یہ دعا کی کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پھ کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔
(عمدة القاری، جلد سوم، صفحہ ۱۱۹، مطبوعہ مصر)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

”قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کی زیارت اور مریدوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام، اسی طرح غایت سروجی شرح ہدایہ میں ہے۔
(۲) حنبلی نقطہ نظر:

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں میت کی طرف سے بلا اذن واجب یا نفل ادا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے میت کی طرف سے حج کا حکم دیا اور وہ بات معروف تھی کہ اس کا اذن نہیں ہے اور صدقہ کی طرح جب فرض جائز ہے تو نفل بھی جائز ہے۔

(۳) مالکی نقطہ نظر:

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے، البتہ عبادت بدنیہ مثلاً قرآن مجید کی تلاوت اور نماز میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے جس طرح مالی صدقات کا ثواب پہنچتا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے: من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ ”جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے روزے رہ گئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے“ اور بعض علماء نے کہا کہ عبادت بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ قرآن مجید میں ہے لیس للانسان الا

ماسعی' اس قول پر حج کے ثواب پہنچنے سے معارضہ کیا جاتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حج میں عبادات بدنیہ اور عبادات مالیہ دونوں کا دخل ہے اور مالی عبادت کے غلبہ کی وجہ سے وہ عبادت مالیہ کے حکم میں ہے اور روزے والی حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے پس جو شخص ظاہر قرآن ان لیس للانسان الا ماسعی' کی رعایت کرتا ہے۔ وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کا انکار کرتا ہے اور جو شخص ظاہر حدیث کا لحاظ کرتا ہے وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کو جائز قرار دیتا ہے۔

ایصال ثواب پر حضرت مجدد گو لڑوی کا موقف:

ہمارے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم پیر سید مر علی صاحب مجدد گو لڑوی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مرید اور مستغنی کے ایصال ثواب کے سلسلے میں بعض سوالات کے جو جوابات عنایت فرمائے فتاویٰ مرید سے پیش کئے جاتے ہیں۔
منہج جو دو الاشان مرشد کامل ہادی آگاہ دل جناب حضرت پیر صاحب ولیؒ گو لڑہ شریف۔

بعد از ادائے آداب السلام علیکم و اشتیاق قدم بوسی ذات والا این کہ چند امور ات ضروریہ کی نسبت عارض ہونا از بس ضروریات سے تھا۔ جس کی وجہ سے مکلف اوقات گرامی ہوں۔ جو اب پیش کر کے امیدوار عطاءئے جواب با ثواب کا ہوں۔
سوال نمبر ۱: کسی کے والدین یا مولود فوت ہو جائیں تو کیا فریق پسماندہ انھیں تحفہ تحائف یا کلام اللہ یا اشیائے خورد و نوش یا پارچات وغیرہ پہنچا سکتا ہے؟
جواب نمبر ۱: محتاج کو طعام و پوشاک دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کا کلام اللہ پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ ایسا ہی درد و غیرہ کلام الہی و فعل خیرات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲: نقد روپیہ یا زیورہ کہ کوئی خاص پارچہ اس اہل عدم نے حیات میں طلب کیا ہو۔ اور میسر نہ ہوا ہو، اب وہ نقد دیا جاوے تو کس طرح سے۔ اگر

پارچہ ہے تو اس کی قیمت دی جاوے گی یا خود کسی کو دیا جاوے یا کس طریقہ سے جو اس کو پہنچے۔

جواب نمبر ۲: وہ اشیاء جن کو متوفی نے بعینہ طلب کیا ہو۔ گو محتاج کو ان کی قیمت کا دینا متوفی کیلئے مفید و جائز ہے مگر ان اشیاء مطلوبہ بعینہ کا دینا مناسب تر ہے۔
سوال نمبر ۳: اگر پس ماندہ کا خیال ہو کہ قبر پر جا کر اس کو خٹے تو کس طرح پیٹھے گا اور کس کلام مبارک کا ختم شریف کر کے اس کی روح کو ایصال ثواب کرے گا۔ کس تعداد تک، آیا اس کے واسطے کوئی خاص مقدار یا جس دن چاہئے؟

جواب نمبر ۳: میت کے منہ اور سینہ کے مقابل پشت قبلہ ہو کر الحمد شریف مع المہم O ذالک الكتاب لاریب فیہ سے مفصلحون تک ایک مرتبہ اور قل هو اللہ احد آخر تک گیارہ مرتبہ پڑھے اور ثواب میت کو خٹے یا جو کچھ کلام اللہ یا کلمہ شریف یا درد شریف پڑھنا ہو سب کا ثواب بخش دے۔
سوال نمبر ۴: اگر پس ماندہ چاہیں کہ اس دوست غم شدہ کا دیدار کریں یا کہ وہ انہیں دیکھے۔ تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے؟ ظاہری دیکھنا تو غیر ممکن ہے۔ مگر خواب میں دیکھا جائے تو وہ کوئی کلام مبارک ہوگی اور کس تعداد تک پڑھی جاوے گی اور کس وقت پر؟

جواب نمبر ۴: رات کو سورۃ الفشمس واللیل والضحیٰ شرح ہر ایک سورت سات سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب میت کو خٹے۔ اور پھر کسی سے کلام نہ کرے سو جائے۔

سوال نمبر ۵: ارواح کا اپنے گھروں میں آنا ہو سکتا ہے تو کس عرصہ تک، ہر روز یا کہ خاص دن، اگر خاص دن ہے تو کونسا ہے؟

جواب نمبر ۵: ارواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک، ایسا ہی ہر شب جمعہ و

روز جمعہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے۔ اس تعلق خاص کو آنا سمجھئے نہ یہ کہ عالم ارواح سے نکل کر جسم کی طرح انتقال مکانی کرتے ہیں۔ البتہ درایام مذکورہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آگئے ہیں۔ یعنی بحیثیت مشیت ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بروز عید اور عاشورہ، ماہِ رجب کا پہلا جمعہ اور یاہ شعبان کی پندرہویں رات اور شبِ قدر اور ہر جمعہ کی رات میں ارواحِ قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پسماندگان سے سوال کرتے ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں۔ کتاب در السبحان للسیوطی و کتاب دقائق الاخبار امام عبد الرحیم بن احمد صفحہ ۲۰۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواحِ موتی ایامِ مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔

سوال نمبر ۶: اگر پس ماندہ مجبور شدہ چاہے کہ مجھے صبر حاصل ہو تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے، کس وقت اور کس تعداد تک ورد کرے۔ اگر از حد بے ہمت ہو تو کس قدر پڑھے گا؟

جواب نمبر ۶: اسمِ یاحی یا قیوم ایک ہزار مرتبہ بوقتِ اذان فجر پڑھے۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو ۳۰۰ (تین سو) مرتبہ پڑھے۔ بعد ازاں دل پر دم کرے۔

سوال نمبر ۷: دوست مجبور شدہ کا مطلب ہو کہ دوست گم شدہ کا خانہ سکونتی کہ جس میں وہ مدفون ہے وہ منور ہو اور اعلیٰ قسم کی رحمتیں خداوند کریم جل شانہ، اس پر نازل ہوں تو کس کلام شریف کا کس قدر اور کس وقت اور کس دن میں اس کا ذکر کرے؟

جواب نمبر ۷: اس جگہ کلام اللہ شریف پڑھے یا پڑھوائے۔ ایسا ہی درود شریف جس

قدر ہو سکے۔

سوال نمبر ۸: اگر دوست گم شدہ عہدِ حیات خود میں کسی چیز خورد و نوش کی زیادہ خواہش رکھتا تھا۔ اس کو دوست مجبور شدہ کس طرح سے پہنچا دے۔ ہر دن یا کسی دن خاص میں اور اس کی تجویز کیا ہوگی؟

جواب نمبر ۸: ہر دن یا شبِ جمعہ یا جس وقت اور جس دن چاہے پہنچا سکتا ہے۔ البتہ ہر شبِ جمعہ و ایامِ عید و عاشورہ وغیرہ مندرجہ نمبر ۵ ضرور طعام یا کلام یا کسی خیرات کپڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۹: کلمہ شریف یا کہ درود شریف کا ثواب عتسائی کے واسطے یا جائز ہے یا نہیں، سنا گیا ہے کہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

جواب نمبر ۹: جائز ہے۔

سوال نمبر ۱۰: اگر دوست گم شدہ کسی قسمِ موسیقی کی خواہش رکھتا ہو از قسمِ عام موسیقی یا کہ از قسمِ پرندگان اب ان کا پہنچانا کس طرح سے ہو گا۔ آیا وہ چیز زندہ دی جاوے یا کہ اس کی قیمت۔ اگر زندہ دینے کی خواہش ہو تو کس کو دی جائے اور کس طریق سے دی جائے۔

جواب نمبر ۱۰: زندہ دینا محتاجِ کوبہ نسبتِ قیمت دینے کے زیادہ مناسب ہے۔

سوال نمبر ۱۱: ملا جو قبر پر پڑھنے کے لئے بٹھائے جاتے ہیں وہ کس عرصہ تک پڑھتے رہیں۔ قرآن شریف ہی پڑھا کریں یا کوئی اور کلام؟

جواب نمبر ۱۱: چالیس دن تک قرآن شریف پڑھا جاوے مگر بلا شرطِ اجرت۔ کیونکہ قرآن شریف پڑھنے کی اجرت یعنی دینی حرام ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اجرت سمجھ کر نہ دے تو جائز ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ دوست یا خویش اقارب جو بلا اجرت پڑھنے والے ہوں پڑھیں۔ (فتاویٰ مریہ صفحہ ۵۵، ۵۶، ۵۷ مطبوعہ گولڑہ شریف)

نبی کریم ﷺ کے لئے ایصالِ ثواب:

ایصالِ ثواب کے ضمن میں ایک حث عموماً مخالفین ایصالِ ثواب یہ چھیڑتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لئے ایصالِ ثواب سے کیا فائدہ پہنچانا مقصود ہے جبکہ آپ تو اللہ کے حبیب ہیں اور تمام انسانوں سے افضل، اور آپ کی مغفرت و بخشش کا وعدہ اللہ نے کیا ہے جس کی رو سے آپ مغفور ہیں۔

میں کہتا ہوں اہل سنت و جماعت کا اعتقاد نبی کریم ﷺ کے بارے میں صرف یہ نہیں کہ آپ مغفور ہیں بلکہ آپ ﷺ تو شافعِ یوم النشور ہیں اور محبت رکھنے والے ہر امتی کو قبر میں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ جہاں تک ایصالِ ثواب برائے آنحضرت ﷺ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک مضمون مولانا محمد یوسف لدھیانوی دیوبند کا درج کیا جاتا ہے۔ پھر اہل سنت کے دیگر علماء کا موقف پیش کیا جائے گا۔ ان کا یہ مضمون جامعہ العلوم الاسلامیہ بوری ٹاؤن سے شائع ہونے والے ماہنامہ بینات کراچی میں ایک سائل کے سوال کے جواب میں شائع ہوا ہے۔

سوال: میں قرآن مجید کی تلاوت اور صدقہ و خیرات کر کے آنحضرت ﷺ اور بعد کے اکابر اور بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ لیکن چند روز سے ایک خیال ذہن میں آتا ہے جس کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں وہ خیال یہ ہے کہ ہم لگ ان ہستیوں کو ثواب پہنچا رہے ہیں جن پر خدا خود درود و سلام پیش کرتا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کو..... توبہ توبہ! معاذ اللہ! اہم اتنے بڑے ہیں کہ چند آیات پڑھ کر اس کا ثواب حضور ﷺ اور امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا رہے ہیں۔ یہ توبہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ (شہزادہ عالم۔ کراچی)

جواب: ایصالِ ثواب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دوسرے کو محتاج سمجھ کر ثواب پہنچایا جائے۔ یہ صورت تو آنحضرت ﷺ اور دیگر مقبولانِ الہی کے حق میں نہیں پائی جاتی اور یہی منشا ہے آپ کے شبہ کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان اکابر

کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں اور احسان شناسی کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ ان اکابر کی خدمت میں ایصالِ ثواب اور دعائے ترقی و درجات کے سوا اور کیا ہدیہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ پس ہمارا ایصالِ ثواب اس بنا پر نہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرات ہمارے ایصالِ ثواب کے محتاج ہیں بلکہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی ہم پر عنایت ہے کہ ایصالِ ثواب کے ذریعے ہمارے لئے ان اکابر کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کا دروازہ کھول دے۔ جس کی بدولت ہمارا حق احسان شناسی بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اور ان اکابر کے ساتھ ہمارے تعلق و محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے ان اکابر کے درجات میں بھی مزید ترقی ہوتی ہے۔ اس کی برکت سے ہماری سینات کا کفارہ بھی ہوتا ہے اور ہمیں حق تعالیٰ شانہ کی عنایت بے پایاں سے حصہ ملتا ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ کسی غریب مزدور پر بادشاہ کے بہت سے احسانات ہوں اور وہ اپنے تقاضائے محبت کی بنا پر کوئی ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہے اور بادشاہ ازراہ مراحم خردانہ اس کے ہدیہ کو قبول فرما کر اسے اپنے مزید انعامات کا مورد بنائے۔ یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہو گا کہ اس فقیر درویش کا ہدیہ پیش کرنا بادشاہ کی ضرورت کی بنا پر ہے۔ نہیں! بلکہ یہ خود اس مسکین کی ضرورت ہے۔

اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں مولانا لدھیانوی لکھتے ہیں۔

امت کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے لئے ایصالِ ثواب نصوص سے ثابت ہے، چنانچہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت آپ کے لئے ترقی و درجات کی دعا اور مقام و سیلہ کی درخواست ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

اذا سمعتم المودن فقولوا امثل ما يقول ثم صلوا
علی، فانه من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ بہا

عشرأ . ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة، لا ينبغي الا لعباد الله ، وار جوا ان اكون انا هو . فمن سال لي الوسيلة حلت عليه شفاعتي . (مشکوٰۃ صفحہ ۶۴)

جب تم مؤذن کو سنو تو اس کی اذان کا اسی کی مثل الفاظ سے جواب دو، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے ”وسیلہ“ کی درخواست کرو، یہ ایک مرتبہ ہے جنت میں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے شایان شان ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

اور صحیح بخاری میں ہے :

من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة، أت محمدًا ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة (مشکوٰۃ صفحہ ۶۵)

جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے : اے اللہ! جو مالک ہے اس کامل دعوت کا، اور قائم ہونے والی نماز کا، عطا کر حضرت محمد ﷺ کو ”وسیلہ“ اور فضیلت، اور کھڑا کر آپ کو ”مقام محمود“ میں جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اس کو میری

شفاعت نصیب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، آنحضرت ﷺ سے اجازت طلبی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

لا تنسنا يا اخي من دعائك وفي رواية اشركنا يا اخي في دعائك . (ابوداؤد صفحہ ۲۱۰، جلد اترنڈی صفحہ ۱۹۵ جلد دوم)
بھائی جان! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا، اور ایک روایت میں ہے کہ بھائی جان! اپنی دعا میں ہمیں شریک رکھنا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات طیبہ میں آپ ﷺ کے لئے دعا مطلوب تھی، اسی طرح وصال شریف کے بعد بھی آپ ﷺ کے لئے دعا مطلوب ہے۔

ایصال ثواب ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کی جائے، حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم فرمایا تھا:

عن حنشل قال رايت علياً رضي الله عنه يصحى بكبش، فقلت له ما هذا؟ فقال ان رسول الله صلى الله على وسلم او صاني ان اصحى عنه فانا اصحى عنه .

(ابوداؤد باب الاصحیۃ عن المیت صفحہ ۲۹، جلد دوم)
حنشل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ کیا؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

وفی رواية فلا ادعه، ابدأ (ایضاً صفحہ ۱۴۹، جلد اول)

ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو کبھی نہیں چھوڑتا۔

علاوہ ازیں زندوں کی طرف سے مرحومین کو ہدیہ پیش کرنے کی صورت ایصال ہے۔ اور کسی محبوب و معظم شخصیت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس ہدیہ سے اس کی ناداری کی مکافات ہوگی، کسی بہت بڑے امیر کبیر کو اس کے احباب کی طرف سے ہدیہ کا پیش کیا جانا عام معمول ہے۔ اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں کہ ہمارے اس حقیر ہدیہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بلکہ صرف ازدیاد محبت کے لئے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں گنہ گار امتیوں کی طرف سے ایصال ثواب کے ذریعہ ہدیہ پیش کرنا اس وجہ سے نہیں کہ آپ ﷺ کو ان حقیر ہدایا کی احتیاج ہے بلکہ یہ ہدیہ پیش کرنے والوں کی طرف سے اظہار تعلق و محبت کا ایک ذریعہ ہے جس سے جانین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کا نفع خود ایصال ثواب کرنے والوں کو پہنچتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے درجات قرب میں بھی اس سے اضافہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں باب الشہید سے قبل اس مسئلہ پر مختصر سا کلام کیا ہے۔ اتمام فائدہ کے لئے اسے نقل کرتا ہوں:

ذكر ابن حجر في الفتاوى الفقهية ان الحافظ ابن تيمية زعم منع اهدا ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم، لان جنابه الرفيع لا يتجرأ عليه الا بما اذن فيه، وهو الصلوة عليه و سوال الوسيلة له.

ابن حجر نے فتاویٰ فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تلاوت کے ثواب کا ہدیہ کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ عالی میں صرف اسی کی جرات کی

جاسکتی ہے جس کا اذن ہو اور وہ ہے آپ پر صلوة و سلام بھیجا اور آپ کے لئے دعائے وسیلہ کرنا۔

قال : وبالغ السبکی وغيره في الرد عليه، بان مثل ذلك لا يحتاج لاذن خاص، الاترى ان ابن عمر كان يعتمر عنه صلى الله عليه وسلم عمراً بعد موته من غير وصية، و حج ابن الموفق وهو طبقة الجنيد عنه سبعين حجة و ختم ابن السراج عنه صلى الله عليه وسلم اكثر من عشرة آلاف ختمة، وضحى عنه مثل ذلك.

ابن حجر کہتے ہیں کہ امام سبکی وغیرہ نے ابن تیمیہ پر خوب خوب رد کیا ہے کہ ایسی چیز اذن خاص کی محتاج نہیں ہوتی۔ دیکھتے نہیں ہو کہ ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اس کی وصیت بھی نہیں فرمائی تھی۔ ابن الموفق نے، جو جنید کے ہم طبقہ ہیں، آپ کی طرف سے ستر (۷۰) حج کئے، ابن السراج نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے دس ہزار ختم کئے اور آپ ﷺ کی طرف سے اتنی ہی قربانیاں کیں۔

قلت رأيت نحو ذلك بخط مفتي الحنفية الشهاب احمد بن الشلبی شيخ صاحب البحر نقلاً عن شرح الطيبة للنویری ومن جملة ما نقله ان ابن عقيل من الحنابلة قال يستحب اهداؤه صلى الله عليه وسلم. میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی قسم کی بات مفتی حنفیہ شیخ شہاب الدین احمد بن الشلبی، جو صاحب بحر الرائق کے استاذ ہیں، کی تحریر

میں بھی دیکھی ہے، جو موصوف نے علامہ نویری کی ”شرح الطیبہ“ سے نقل کی ہے۔ اس میں موصوف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حنابلہ میں سے ابن عقیل کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ ثواب مستحب ہے۔

قلت و قول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فانه احق بذلك حيث انقذنا من الضلالة، ففي ذلك نوع شكر و اسداً جميل له و الكامل قابل لزيادة الكمال، وما استدل به بعض المانعين من انه تحصيل الحاصل لا ن جميع اعمال امته في ميزانه، يجاب عنه بانه لا مانع من ذلك، فان الله تعالى اخبرنا بانه صلى الله عليه وسلم امرانا بالصلوة عليه، بان نقول اللهم صل على محمد، والله اعلم . (شامی صفحہ ۲۴۴، جلد دوم، طبع مصر)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ ”آدمی کو چاہئے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو بخش دے“ اس میں آنحضرت ﷺ بھی داخل ہیں اور آپ ﷺ اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی نے ہمیں گمراہی سے نجات دلائی، پس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا تشکر اور آپ کے احسانات کا اعتراف ہے اور (آپ ﷺ) اگرچہ ہر اعتبار سے کامل ہیں، مگر کامل زیادت کمال کے قابل ہوتا ہے اور بعض مانعین نے جو استدلال کیا ہے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ امت کے تمام عمل خود ہی آپ کے نامہ عمل میں درج ہوتے

ہیں۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز ایصال ثواب سے مانع نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کے لئے رحمت طلب کرنے کے لئے ”اللہم صلی علی محمد“ کہا کریں۔ واللہ اعلم

(بشکر یہ ماہنامہ بینات کراچی)

ایصال ثواب کے بارے میں صوفیاء کا مسلک:

ایصال ثواب کے بارے میں صوفیاء کا فقہی مسلک اگرچہ وہی ہے جو جمہور علمائے اہل سنت کا ہے۔ تاہم ان کا اپنا ایک انداز اور ان کی اپنی ایک دنیا ہے جو نقل و قال سے نہیں بلکہ ”حال“ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس دنیا کے ایک مشہور سالک و قدوة السالکین حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کے ملفوظات ذکر خیر المعروف بہ صحیفہ محبوب کے باب پنجم میں لکھا ہے:

نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تذکرہ تھا کہ آپ شہید ہیں اور شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ آپ عشرہ محرم میں کھانڈ کا شربت دودھ میں ملا کر پلاتے اور کھانا کھلایا کرتے۔ اور ان کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچایا کرتے۔ ایک روز حضرت صاحب علیہ الرحمۃ مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ محرم کے ایام تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص شربت کا گلاس لایا اور کہا کہ آپ اس کو پی لیں۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے واسطے بھیجا ہے۔ کسی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ شربت پر دلائی تھی اس میں سے یہ آپ کا حصہ انھوں نے بھیجا ہے۔ آپ نے وہ گلاس لے کر پی لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ فیضان پہنچانے کا ایک طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فیضان کے علاوہ محبت والوں کے پاس آپ تھے سمجھتے ہیں اور آپ کے

تصرفات دنیا میں اب بھی مثل حیاتی کے جاری ہیں اور یہ آپ کے تصرفات ہی کی علامت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے ایک درویش کی حکایت سنی تھی۔ نقل ہے کہ ایک درویش عشرہ محرم میں ہمیشہ اللہ کے واسطے شربت پلایا کرتا اور کھانا پکا کر محتاجوں کو کھلاتا پھر ان دونوں کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کو پہنچاتا۔ مدت تک وہ اسی طرح کرتا رہا۔ ایک مرتبہ وہ درویش کہیں سفر کو چلا جاتا تھا اتفاقاً راستہ بھول گیا جنگل میں حیران و پریشان پھر رہا تھا کہ یکایک دور سے سواروں کا ایک گروہ نظر پڑا اور آتے آتے بہت ہی نزدیک آگیا اور ایک آدمی نے اس درویش کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور راستہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا جا یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس راستے سے چلا جا۔ اس نے عرض کیا حضور آپ کون ہیں؟ فرمایا تو ہمیں نہیں پہچانتا۔ عشرہ محرم میں تو ہمیشہ ہماری فاتحہ دلاتا اور شربت وغیرہ پلایا کرتا تھا وہ سب ہمیشہ ہمارے پاس پہنچتے رہے ہیں ہم امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور اور یہ ہمارا لشکر ہے اس کے بعد فرمایا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور دنیا میں سیر کرتے ہیں اور جو شخص آپ کو فاتحہ وغیرہ پہنچائے آپ اس کو پہچانتے ہیں اور اس کی امداد فرماتے ہیں مگر یہ تصرفات اور یہ زندگی روجی ہیں۔

ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور ایک شخص نے آج مجھ سے سوال کیا تھا کہ جو ایصال ثواب ہے کہ کھانا وغیرہ پکا کر اللہ تعالیٰ کے واسطے کھلاتے ہیں تو یہ کھانا پانی وغیرہ تو کھانے والوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ پھر میت کو کیا چیز پہنچتی ہے اور اگر پہنچتی ہے تو کس طریقہ سے۔ فرمایا ہم کچھ پڑھے ہوئے تو ہیں نہیں مگر اس کے بارے میں جو بات ہم کو معلوم ہوئی وہ اس طرح سے ہے کہ ایک دفعہ ہم نے اپنے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ختم دلایا اور رکابیوں میں کھانا ڈال کر اور سب کے آگے چن کر ان پر فاتحہ کملائی تو حالت مکاشفہ یہ کیفیت دیکھی کہ طعام سے بھری ہوئی ان رکابیوں کی نوری شکل کی رکابیاں طعام کی بھری ہوئی آسمان پر چڑھ رہی ہیں۔ پھر تھوڑی دیر

کے بعد دیکھا کہ آسمان سے وہی نوری شکل کی رکابیاں اتر کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا رہی ہیں اور آپ ان میں سے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ جس طرح اس بدن کی غذا یہ دنیاوی چیزیں ہیں اور بدن ان کو کھا کر مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرح روح کی غذا نور ہے اور روح اسے کھا کر تقویت حاصل کرتی ہے۔ مرنے کے بعد بدن کو تو غذا کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ وہ فنا ہو جاتا ہے البتہ روح کو غذا کی ضرورت باقی رہتی ہے اور چونکہ یہ دنیاوی کھانے روح کی غذا نہیں بن سکتے اس لئے ضروری ہے کہ ان کھانوں کو نور سے بدل جائے تاکہ روح کھا سکے اور نور سے بدلنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ طعام اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے بندوں کو کھلادیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ منظور فرما کر کھلانے والوں کو اسکے بدلے نوری کھانا جیسا کہ جنت میں جنتیوں کو ملتا ہے اسی طعام کے مثل دے دیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اللہ کے واسطے دودھ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دودھ ہی دیتا ہے مگر نور کا۔ ایسے ہی کسی نے روٹی دی تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا تو ہے مگر ہوتی ہے وہ روٹی نور کی۔ جیسا کہ جنتیوں کو کھانے ملتے ہیں جنت میں۔ لیکن وہ نوری کھانے ہوتے ہیں اور یہ نوری کھانا کھلانے والے کاملک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اسی نوری بدلے کا نام اجر و ثواب ہے۔ اب اس کھلانے والے کو اختیار ہے کہ اس نوری بدلے کو اپنے ہی ملک میں رہنے دے یا کسی میت کو بخش دے۔ اگر اپنی ہی ملک میں رکھے گا تو قیامت کے دن خود اس کے کام آئے گا اور اگر کسی میت کو بخشا ہو تو اس کے واسطے ایک ایسی ذات کی ضرورت ہے جو یہاں بھی ہو اور وہاں بھی ہو کیونکہ حشرے والا تو عالم خلق میں ہے اور میت جس کو بخشا جاتا ہے وہ برزخ میں ہے تو اگرچہ عالم خلق و برزخ میں بظاہر کچھ زیادہ فاصلہ نہیں مگر درحقیقت بہت بڑا فاصلہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ہم کو کوئی چیز لاہور پہنچانی ہے تو ہم کسی ایسے شخص کو تلاش کریں جو یہاں رہتا ہو اور لاہور بھی جاسکتا ہو۔ جو شخص لاہور میں رہتا ہو اور یہاں نہ آسکتا ہو وہ بھی نہیں پہنچا سکتا اور جو لاہور نہ جاسکتا ہو یہاں رہتا ہو وہ بھی نہیں پہنچا سکتا تو

لا محالہ ایک ایسی ذات کی ضرورت ہے جو یہاں بھی ہو اور وہاں بھی، اور ایسی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو ہر جگہ ہر وقت میں یکساں موجود ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے واسطے کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے کیونکہ یہ طعام جو لوگوں نے کھایا ہے یہ تو ان کے پیٹ میں چلا گیا اور اس کا جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور ہو چکنے کے بعد ہماری ملک ہوتا ہے ہم اس اجر و ثواب کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے ہیں کہ خداوند رسول اللہ ﷺ کے طفیل اس چیز کا ثواب جس طریقہ سے تو پہنچایا کرتا ہے اس طریقہ سے تو فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔ تو اس صورت میں بلاشبہ ثواب پہنچ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی مد نظر ہو اور اس میں کسی قسم کی ریا، شرک، نام آوری اور فخر و بڑائی کا دخل نہ ہو اور حرمت و نجاست سے بھی بری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک ہی لوگوں کی نیکیاں قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہم نے ایک آیت سنی تھی کہ انما يتقبل الله من المتقين یعنی اللہ تعالیٰ پر بیہیز گاروں کے ہی صدقے اور قربانیاں قبول کرتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ ثواب اسی چیز کا ملتا ہے جو اپنے ملک سے نکال کر خالصتاً اللہ دوسرے کی ملک میں دے دی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس چیز کو منظور فرما کر اس کا ثواب اور اجر عطا فرماتا ہے اور وہ اجر و ثواب پھر اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جاتا ہے کہ خداوند تو اس کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے اور اگر تمام کھانے کا ثواب پہنچانا ہو جو پکایا گیا ہے تو اس کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی کی ملکیت کر دے اور ایصالِ ثواب کی نیت سے جو کھانا پکایا جائے اور کھانے سے پہلے ہی یہ نیت کر لی جائے کہ خداوند اس کا جو ثواب تو ہم کو عطا فرمائے گا وہ ہماری طرف سے فلاں بزرگ یا فلاں میت کی روح کو پہنچا دینا تو جس قدر طعام اس میں سے کھلایا یا کسی دوسرے کو دیا گیا ہے اس تمام کا ثواب میت کو پہنچ جائے گا۔ باقی جس قدر گھر میں بچ رہا ہے یا جو آپ نے کھالیا ہے اس سے میت کو کچھ واسطہ نہیں۔

حضور ﷺ کے وسیلہ سے ایصالِ ثواب کرنا:

پھر (سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا! یوں کہنا چاہئے کہ اے اللہ! رسول اللہ ﷺ کو پہنچا کر فلاں میت کو پہنچا دے تو اس صورت میں یقینی طور پر ثواب پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ میں اپنے آباؤ اجداد کو ثواب پہنچاتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے طفیل کا لفظ نہیں کہتا کرتا تھا بلکہ یہ کہتا کرتا تھا کہ خداوند اس کا ثواب روح رسول اللہ ﷺ کو پہنچا کر فلاں میت کو پہنچا دینا۔ ایک بار ہم نے یوں کہہ کر ثواب پہنچایا کہ خداوند رسول اللہ ﷺ کے طفیل ان موتی کو ثواب پہنچا دینا تو اس روز وہ ارواح بہت ہی خوش نظر آئیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ارواح سے سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے تو یہ صورت تھی کہ اول وہ ثواب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچتا تھا اور نبی کریم ﷺ پھر اس ثواب کو ملائکہ کے ذریعے سے ہمارے پاس بھیج دیتے تھے مگر آج جو رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے پہنچایا تو ہم تمام موتی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر کیا گیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے وہ ثواب عطا فرمایا اور اس سے ہم کو دو چند خوشی حاصل ہوئی۔ ایک تو ثواب پہنچنے کی اور دوسرے رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے فیوض و برکات حاصل ہونے کی پھر فرمایا ہم نے ایک اور بات دیکھی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شرمٹ کا گلاس ہمارے پاس لایا۔ ہم نے پی لیا۔ بعد ازاں دیکھا کہ وہ شرمٹ کا گلاس آسمان پر چڑھ گیا۔ پھر دیکھا کہ آسمان سے ایک گلاس ویسا ہی اتر آیا اور ایک شخص ہمارے دائیں طرف بیٹھا ہوا۔ اسے غناغٹ پی رہا ہے۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے اور یہ گلاس کیسا ہے۔ اس نے کہا یہ وہی شرمٹ ہے جو آپ نے پیا تھا۔ میرے ایک رشتہ دار نے فاتحہ کہہ کر آپ کو دیا تھا۔ جب آپ پی چکے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نوری شرمٹ بنا کر میرے پاس بھیجا اور اب میں نے پی لیا۔ یہ وہی نوری شرمٹ ہے پہلے سے ہم کو معلوم نہ تھا کہ اس پر فاتحہ دی گئی ہے۔ ہم نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تو نے

فاتحہ دے کر ہمیں وہ شرمٹ پلایا تھا۔ اس نے کہا ہاں یونہی تھا۔ چنانچہ خوشی میں آکر ہم نے یہ کہہ دیا کہ جاتیری فاتحہ قبول ہو گئی اور میت کو اس کا ثواب بھی پہنچ گیا۔ (صحیفہ محبوب) فتاویٰ علماء عصر:

ہم نے کڑوی روٹی یا میت کے کھانے کے حوالہ سے ایک استفتاء تقریباً پچاس مفتیان کرام و مدارس کو بھجوایا تھا مگر اکثر کے ہاں سے جواب نہیں آیا۔ معلوم نہیں عدیم لغرض صحتی کے باعث یا کسی مصلحت کے پیش نظر جواب نہیں دیا گیا۔ استفتاء حسب ذیل ہے۔ الحمد للہ! میں سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہوں اور میت کے ایصال ثواب کیلئے کھانا پکوانے اور کھلانے سے مجھے مکمل اتفاق ہے اور میں اسے باعث اجر و ثواب خیال کرتا ہوں مگر محض رسم و رواج سے مجبور ہو کر میت کا کھانا کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت واضح فرمائیں۔

جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے میں اس بات کا رواج کثرت سے ہوتا جا رہا ہے کہ جب کسی کے انتقال پر لوگ تدفین کے بعد قبرستان سے گھر آتے ہیں تو شرکائے جنازہ اور تدفین و تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے خواہ وہ لوگ دور سے آئے ہوں یا قریب سے، امیر ہوں یا غریب، رشتہ دار ہوں یا غیر۔ اس کھانے کا اہتمام میت کے ورثاء کرتے ہیں اور یہ کھانا نہایت عمدہ اور لذیذ قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ شادی بیاہ کی دعوتوں میں قورمہ بریانی وغیرہ۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض برادریوں میں اگر میت کے ورثاء مفلسی اور غربت کی وجہ سے کھانے کا اہتمام نہ کر سکیں تو برادری والے اور رشتہ دار انھیں طعنہ دیتے اور عار دلاتے ہیں۔ لہذا سوائی اور شرمندگی سے چنے کے لئے ورثاء حالت مجبوری اس قسم کے کھانے کا اہتمام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

۱۔ کیا رشتہ داروں اور برادری کی ملامت اور طعنہ زنی سے چنے کے لئے ورثاء کو ایسے کھانے کا اہتمام کرنا شرعاً جائز ہے؟

۲۔ کیا ورثاء کو قرض لے کر ایسے کھانے کا اہتمام کرنے سے میت کو ثواب ملتا

ہے؟ یا کوئی فیض پہنچتا ہے۔

۳۔ کیا ایسے موقع پر اس قسم کا کھانا کھانا ہر شخص کے لئے جائز ہے؟
۴۔ اگر حکومت شادی کے کھانوں کی طرح اس پر بھی پابندی عائد کر دے تو کیا یہ جائز اور درست ہوگا۔

۵۔ اس کا سد باب اور تدارک کیسے کیا جائے؟
۶۔ میت کو ایصال ثواب اور فیض پہنچانے کیلئے فاتحہ کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟
شریعت مطہرہ کی روشنی میں مذکورہ سوالات کے تفصیلی جوابات سے مطلع فرمائیں جزاکم اللہ تعالیٰ۔

سائل

باسمہ تعالیٰ

الجواب :

۱۔ موت میں دعوت نامہ ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں انہا بدعہ مستقبحة لانہا شرعت فی السرور ولا فی الشرور روی الامام احمد بن حنبل و ابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اهل الميت وصنعهم الطعام من النیاحۃ (حوالہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۱۹)

اور برادری کا کسی کے انتقال کے موقع پر کھانا نہ کھلانے پر طعن و تشنیع کرنا غیر شرعی اور غیر اخلاقی فعل ہے جبکہ حکم یہ ہے کہ جس گھر میں میت ہو جائے اس روز قریبی رشتہ دار، وہ نہ ہوں تو پڑوسی اس کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کریں۔ کیونکہ وہ میت کے غم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہذا ایسے کھانے کا اہتمام کرنا شرعاً صحیح نہیں اور مالداروں کو یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

۳، ۲۔ جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے اس کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے لیکن اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ استطاعت نہ ہو تو قرض لے کر اس کا اہتمام کیا جائے، بلکہ جو میسر آئے اور جس کی استطاعت ہو، اس کے مطابق ایصال ثواب کر دیا جائے۔ لیکن مالداروں کو یہ کھانا کھانا جائز نہیں اور نہ ہی ان کو کھانا کھانا جائز ہے۔ ہاں مگر فقراء اور مساکین کو اپنی استطاعت بھر کھلا کر ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ سوئم اور چالیسویں کے موقع پر بھی اپنی استطاعت بھر غریبوں اور فقراء کو کھلا کر ایصال ثواب کیا جائے نہ کہ عزیز و اقارب کی دعوت کی جائے۔

۵۔ لوگوں کو از خود شرعی احکام پر عمل کرنا چاہئے۔

۶۔ برادری کے بڑے اور بزرگ اپنی اپنی برادری میں شرعی احکام کو نافذ کریں اور جائے اس کے کہ قرض لے کر دعوت نہ کرنے والوں پر طعن کریں ان کو چاہئے کہ جو حضرات اس وقت امیروں کی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کی جائے اور پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو اپنی برادری کے قوانین کے ذریعے ان پر پابندی لگائی جائے۔ لیکن یہ ملحوظ رکھا جائے کہ فی فتنہ ایصال ثواب سے منع نہ کیا جائے۔ خود امراء پر بھی لازم ہے کہ وہ اس طرح کی عوتوں سے احتراز کریں اور اپنے ضمیر اور روح کو پامال نہ کریں اور فاتحہ سے منع نہ کیا جائے بلکہ شرعی احکام کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔

۷۔ میت کو ایصال ثواب کرنے کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق شیرینی اور طعام کا اہتمام کر کے اس پر آیات قرآنیہ و سورہ کافرون ۳ مرتبہ، سورہ اخلاص معوذتین اور الم سے مٹھون تک پڑھ کر اس کا ثواب سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ کرتے ہوئے تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام، اولیاء کرام، صالحین اور اپنے رشتہ دار میت کو اس کا ثواب پہنچائے اور اس کی مغفرت کی دعا کریں اور اس شیرینی اور حسب استطاعت طعام غریبوں اور فقیروں کو کھلایا جائے۔

مفتی عبدالعزیز حنفی غفرلہ

دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ، عالمگیری روڈ کراچی

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۹ء

فتویٰ: حضرت علامہ مفتی فیض احمد صاحب

(دربار عالیہ گولڑا شریف)

۱۔ اگر رشتہ داروں اور برادری کی ملامت اور طعنہ کی وجہ سے ورثاء کھانے کا اہتمام کریں تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کیونکہ نہ حکم ہے، نہ فرض ہے، نہ سنت، اگر حسب استطاعت، حسب توفیق کھانا وغیرہ پکایا جائے اور تمام احباب اہل محلہ، رشتہ دار، برادری کے افراد شریک ہوں تو جائز ہے، اچھا ہے۔

۲۔ ورثاء اگر قرض لے کر کھانے کا اہتمام کریں تاکہ محض رسم و رواج اور شریک برادری والے طعنہ گلہ شکوہ نہ کریں یہ شریعت میں ناجائز ہے منع ہے قرض باہر مجبوری شدید ایمر جنسی کی وجہ سے لیا جاسکتا ہے صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ہر گز ہر گز یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

۳۔ ایسے موقع پر ہر شخص کے لئے کھانا کھانا مناسب نہیں کیونکہ ورثاء سخت پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں النان کے سر پر مزید بوجھ اور تکلیف دینا منع ہے۔

۴۔ سوئم اور چالیسویں کے مواقع پر بھی ورثاء ناچار مجبور ہو کر پیسے اکٹھے کر کے قرض لے کر پکانے کا اہتمام کریں اور سب اہل محلہ برادری، دوست احباب، رشتہ دار اس میں شریک ہوں یہ طریقہ نہ حدیث، نہ قرآن اور نہ انبیاء و صحابہ کرام کے دور میں ثابت ہے۔ نہ حکم ہے بلکہ ایسے کاموں سے حتی الوسع پرہیز کرے تو افضل ہے۔

۵۔ اگر حکومت شادی کے کھانوں اور دھوم دھام سے ولیمہ کی طرح پابندی کر دے تو زیادہ بہتر ہے یہ جائز اور درست ہوگا۔ جس کا قرآن و سنت میں کوئی حکم نہیں، اس کا سد باب اور تدارک حکومت کا فرض ہے علاقائی تنظیموں کے اراکین اور

علماء کرام ان مسائل کو وضاحت سے عوام کو سمجھائیں کہ یہ طریقہ کار صحیح نہیں۔ بلکہ جس کام میں ریاکاری اور محض رسم و رواج ہوا ایسے کاموں سے پرہیز کرنا افضل ہے۔

۶۔ میت کو ایصالِ ثواب کا طریقہ افضل اور اچھا یہ ہے کہ اپنی حسب استطاعت جب توفیق ہو جو کچھ آسانی سے میسر ہو۔ بلا تکلف کر سکے۔ کھانا پکوا کر چند اپنے گھروں کے مخصوص افراد ختم قرآن شریک پڑھ کر یا ختم درود شریف اور کھانے کا ثواب میت کو ایصالِ ثواب کریں اللہ کریم بخشے والا غفور الرحیم کریم ہے وہ گناہ مغفرت کرے گا بس اتنا ہی کافی ہے۔

مفتی فیض احمد اویسی

(دارالافتاء، دربار گولڑہ شریف)

مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی کا فتویٰ

(از جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: مسئلہ صورت میں یہ دعوت ناجائز و بدعت شنیعہ ہے۔ چاہے اپنے خاص اخراجات سے ہو یا قرض لے کر ہر دونوں صورتوں میں ناجائز ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے حضرت جریر بن عبد اللہ حلی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: کنا عند الا اجتماع الی اهل الميت و صنعۃ الطعام من النبیاحۃ یعنی ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردہ کی نیاحت شمار کرتے تھے اور فتح القدیر میں ہے۔ بکروہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل الميت لا نہ شرع فی السرور و لافی الشرور وہی بدعة مستقبحة یعنی میت والوں کی

جانب سے ضیافت منع ہے لکن کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کی غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے: لایباح اتخاذ الضیافۃ عند تلفۃ ایام فی المصیبة یعنی غمی میں تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ بکروہ اتخاذ (الضیافۃ) الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں اس کے علاوہ تمام کتب فقہ میں اس دعوت کو ناجائز فرمایا گیا۔ نمبر ۱ ناجائز، نمبر ۲ ناجائز، نمبر ۳ غمی کے لئے جائز نہیں، اس قسم کی دعوت جو میت کے گھر ہو پابندی لگانا جائز۔ نمبر ۴ تمام اغنیاء جو اس مجلس میں جمع ہوں کھانے کا بایکات کریں۔ نمبر ۵ ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کر کے اور صاحب استطاعت صدقہ کر کے اور صدقے کے اس حصہ سے کھانا نہ پکایا جائے بلکہ اس رقم کو کسی دینی ادارے میں دے دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں خرید کر اپنی والدہ محترمہ کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کر دیا۔ اس وقت پانی کی ضرورت تھی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں وقف کیا اور اب تمام لادینی قوتیں اسلام اور اشاعت اسلام کے خلاف صف آراء ہیں اور وقت کی ضرورت ہے کہ خدام دین اور دین کی بھرپور حمایت و امداد کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خلاصہ بحث:

کڑوی بروٹی اور ایصالِ ثواب کے حوالے سے ہم نے مختلف مکاتب فکر کی آراء دیانت داری سے پیش کر دی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔
۱۔ کڑوی بروٹی یا میت کا کھانا، رشتہ داروں یا پڑوسیوں کی جانب سے میت کے اہل خانہ کے لئے بھیجا جانا چاہئے۔ نہ کہ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو میت والوں سے کھانا چاہئے۔

۲۔ میت کے لواحقین کا ایسے موقع پر لوگوں کی دعوت کرنا ناجائز اور میت کے گھر سے دعوت کا کھانا کھانا حرام ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو دور دراز سے سفر کر کے آئے ہوں اور فوری واپسی ناممکن ہو۔

۳۔ ایصالِ ثواب کی غرض سے کھانا پکانا اور غریبوں محتاجوں کو کھانا کھانا جائز ہے۔ مالداروں کو یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

۴۔ سوئم، دسویں، چالیسویں وغیرہ کی شرعاً کوئی قید نہیں۔ جب چاہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

۵۔ سات جمعراتوں تک کھانا پکا پکا کر برادری کی دعوت کرنا محض لوگوں کی اپنی ایجاد ہے۔ شریعت نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ ہاں اگر ایصالِ ثواب اور فقراء کو کھانے کی نیت سے کوئی ہر جمعرات کو بھی کھانا پکائے اور کھائے تو منع نہیں۔ جمعرات ہی کی کیا قید و شرط ہے کسی بھی روز خیرات کی جاسکتی ہے۔ تاہم شب جمعہ کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔

۶۔ تنگ دست قرض لے کر محض رسم و رواج کی خاطر ایسے مواقع پر کھانا پکائے تو گناہ گار ہوگا۔

۷۔ مالدار جب چاہے جتنی چاہے خیرات کرے، مگر یہ خیرات اپنے جیسے مالداروں کو نہیں غریبوں اور محتاجوں کو پہنچائی جائے۔ نیر نیتِ ثواب و اجر کی ہو نہ کہ ریاکاری، دکھاوے یا برادری میں ناک اونچی کرنے کی۔

۸۔ نبی کریم ﷺ کے لئے ایصالِ ثواب میں دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر متفق ہیں اور ایسا کرنا جائز ہے۔

۹۔ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ایصالِ ثواب کرنا سلفِ صالحین کی تعلیمات میں سے ہے۔

۱۰۔ ایصالِ ثواب اور صدقہ و خیرات کا فائدہ اسی کو پہنچے گا جو حالتِ ایمان مرا ہو۔

(وتلك عشرة كاملة، وصلى الله على حبيب خليفه سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين)

اسکول کے بچوں کے لیے

مختصر
نصاب سیرت
سوالاً جواباً

ترتیب و پیشکش
پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر

اسکالرز اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال کراچی 75300

بچوں کے لیے

مختصر نصاب
حدیث

تدوین و تالیف

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

اسکالرز اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال کراچی 75300

اسکول کے بچوں کے لیے

مختصر نصاب سیرت سوالاً جواباً

ترتیب و پیشکش
پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر
اسکالرز اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال کراچی 75300

مختصر نصاب فقہ

اسکولوں اور مدارس و مکاتب میں زیر
تعلیم بچوں کے لئے فقہ اسلامی کے بنیادی
مسائل پر مشتمل ایک مختصر کتاب سوالاً جواباً۔

مرتب
پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر
اسکالرز اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر 17887 گلشن اقبال کراچی 75300

کتابت سے کتاب تک — ایک ہی نام
جمیل برادرز
لیاقت آباد، کراچی

مؤلف کی دیگر کتب و رسائل

- ① تاریخ فہام حدود _____
- ② کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت _____
- ③ کریڈٹ کارڈ (تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت) _____
- ④ بیٹھوں کے ذریعہ زکوٰۃ کی کوئی کا شرعی تجزیہ _____
- ⑤ شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت _____
- ⑥ امام و خطیب کی شرعی و معاشرتی حیثیت _____
- ⑦ کلوننگ (تعارف، امکانات، خدشات، شرعی نقطہ نظر) _____
- ⑧ مختصر نصاب سیرت النبی ﷺ (بچوں کے لئے) _____
- ⑨ مختصر نصاب فقہ (بچوں کے لئے) _____
- ⑩ مختصر نصاب حدیث (بچوں کے لئے) _____
- ⑪ شرعی علوم کی ترویج میں کمپیوٹر کا کردار _____
- ⑫ مفتی کون؟ فتویٰ کس سے لیں؟ _____
- ⑬ انڈیکس شرح صحیح مسلم _____
- ⑭ روزہ رکھیے مگر! _____
- ⑮ قربانی کیسے کریں؟ _____
- ⑯ کڑوی روٹی (مرگ کے موقع پر ہونے والی دعوتوں کا شرعی تجزیہ) _____
- ⑰ بعض جدید مسائل و معاملات کی شرعی حیثیت _____
- ⑱ منتخب مباحث علوم القرآن _____
- ⑲ لوگ کیا کہیں گے؟ _____

بعض دیگر اہم کتب جو ہمارے ہاں دستیاب ہیں

- چہل حدیث شریف کا تحفہ (از شیخ الحدیث علامہ محمد رمضان)
 پی ایچ ڈی کیسے کریں؟ (از لطافت بریلوی)
 شعلہ آواز، بچوں کے لئے تقریروں کا مجموعہ (از محمد صہب خان کوہاٹی)